نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۶۹ قیمت پندرہ روپے اپریل ۲۰۰۲ء

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات



تاریخی مسجد چھ برونجی صوفیہ نوربخشیہ شگر تعمیر کردہ حضرت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ امباڑی ڈیرہ دون کے ساتھ.





مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون ہندوستان میں بسنے والے تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہے۔ عبداللہ مخلص دینی بھائیوں اور کارکنوں کے جہد مسلسل اور جذبہ ایمانی سے سرشار اہل صوفیہ نوربخشیہ کے جانی ومالی تعاون کی بدولت امباڑی ضلع ڈیرہ دون میں ۲۱ مارچ ۱۹۹۹ء سے درس وتدریس کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس مدرسہ میں ۱۰۰ سے زائد طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں علاقہ لداخ اور نوبرا سے تعلق رکھنے والے ۱۲۵ اقامتی طلباء بھی شامل ہیں۔ مدرسہ تمام اقامتی طلباء کی تعلیم وتربیت، خوراک، پوشاک اور رہائش کا مفت بندوبست کرتا ہے۔

اس کے علاوہ مدرسہ کی شایان شان عمارت کی تعمیر کا کام بھی زور شور سے جاری ہے۔ لہٰذا تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ سے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں مقیم ہوں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے صدقات، فطرہ و زکوٰۃ و چندہ جات سے تعاون فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ تاکہ مستقبل میں یہ درسگاہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ اور دین اسلام کا مضبوط نظریاتی قلعہ ثابت ہو۔

تعاون کے طالب:

۱۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیئر آرگنائزیشن امباڑی ڈیرہ دون

۲۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیئر آرگنائزیشن پرتاپور نوبرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۶۹ قیمت پندرہ روپے
اپریل ۲۰۰۲ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

خط و کتابت کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

اکاؤنٹ نمبر UBL 17738 سیکریٹیریٹ برانچ اسلام آباد

نوائے صوفیہ میں شائع ہونے والے مضامین، خطوط، خبروں اور شرعی سوالات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

فہرست مضامین

الکتاب	قرآن مجید	مولوی عبدالحمید
فقہ	مجموعۂ شریعت محمدیہ	ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
ذکر اہلِ بیت	واقعۂ کربلا منظر اور پس منظر	غلام حسین معروفی
نور بخشیات	تعارفِ صوفیہ نوربخشیہ	مولانا شکور علی انور
شریعت	جہادِ اصغر	خادم حسین اخوندزادہ
تنقید و تحقیق	منصبِ تحقیق	غازی محمد نعیم
فقہی مسائل	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
اخبار التصوف	دنیائے تصوف کی خبریں	جی۔ ایچ معروفی
نامۂ سالک	قارئین کے خطوط	مولانا محمد انور تھلوی

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے انٹر گرافک پرنٹر آئی نائن فور اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ 351-A G-6/1-1 سے شائع کیا۔

الکتاب (گزشتہ سے پیوستہ)

قرآنِ مجید

مولوی عبدالحمید ایم۔ اے، بی۔ ایڈ

تخلیق آدم اور فرشتوں سے گفتگو کی حکمت:

باری تعالیٰ نے فرشتوں سے گفتگو مشورہ طلب کرنے کے لیے کی اور نہ ہی وہ ذات اس امر کی محتاج ہے اور نہ فرشتوں کا جواب ارادۂ الٰہی پر اعتراض تھا بلکہ وہ تو جناب الوہیت میں ایسی جرأت کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔

لایعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون

"فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔" (القرآن)

فرشتوں کی حیثیت باری تعالیٰ کے نظامِ قدرت میں نہ شریک کی ہے اور نہ مشیر کی۔ وہ تو مشیتِ الٰہی اور احکام خداوندی کی تفصیل کے لیے ایسے اہلکار ہیں جو سراسر پیکرِ تسلیم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اپنی خلافت و نیابت عطا کرنے کا ارادہ ان کے سامنے اس لیے ظاہر فرمایا کہ چونکہ یہ عظیم شرف و امتیاز فرشتوں کی بجائے ایک نئی مخلوق کو دیا جا رہا ہے۔ باری تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بالخصوص بنی نوع کو اس فضیلت و منزلت سے نوازنے کا اقدام فرشتوں کے لیے باعث حیرت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی حیرت کا اظہار نہ بھی کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں اور اہلکاروں پر کمال شفقت سے خود ہی اپنے ارادے اور مشیت کا اظہار فرمایا تاکہ انہیں اپنے نقطۂ نظر کے بیان کا موقع فراہم ہو سکے۔ نیز یہ بھی ممکن تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کے مقام و منصب اور عزت و عظمت سے خوبی آگاہ ہوئے بغیر محض حکم الٰہی کی اطاعت میں ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے رہتے۔ اس طرح تعظیم آدمؑ کا حق ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ گویا فرشتوں سے یہ گفتگو حضرت آدمؑ اور پیشوایانِ بنی آدمؑ کی عظمت و برتری کے اظہار کی غرض سے تھی تاکہ انہیں تاج خلافت پہنانے سے پہلے ہی ان کے استحقاق اور اہلیت کی بنیاد کو ظاہر کر دیا جائے۔

صرف تسبیح و تقدیس مقصودِ خلافت نہیں:

باری تعالیٰ نے فرشتوں کو سراسر تسبیح و تقدس پیکر ہونے کے باوجود شرف خلافت و نیابت سے نہیں نوازا اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے محض نور کی تخلیق ہونے کی بنا پر صرف ذکر و عبادت تسبیح و تمجید اور نیکی و اطاعت پر قادر ہیں ان میں صرف خیر کا پہلو ہے وہ شر کے ارتکاب پر قدرت نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ اخلاقی کمال جو زندگی میں خیر و شر اور نیکی و بدی کے درمیان تضاد اور تصادم کے نتیجے میں خیر اور نیکی کو غالب کرنے سے عبارت ہوتا ہے، ان کے لیے ممکن نہیں اس لیے اخلاقی کشمکش اور اس کے نتیجے میں اخلاقی کمال کے حصول سے فرشتے محروم تھے۔ بنابریں انہیں خلافت و نیابت الٰہی کی عظیم آزمائشی مسند عطا نہ کی گئی جبکہ انسان دونوں صفات کا حامل اور دونوں قسم کے کاموں پر قادر تھا اس لیے اسے آزمائش و امتحان کی عظیم مسند پر فائز کیا گیا۔ پس متضاد قوتوں کا وجود ہی انسان کے حقیقی کمال کا تقاضا ہے۔ ☆

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعت محمدیہؐ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

و منها القعود للتشهد و هو من الارکان الوافية في کلّ رکعتين مرةً و في الزائد عليهما مرتين و يجب فيه الشهادةُ بواحدانيّة الله تعالیٰ و الشهادةُ برسالة محمدٍ صلّی الله عليه و اٰله وسلّم والصلوةُ علی اٰل محمدٍ صلّی الله عليه و اٰله وسلّم و اکمل الشيئ فيه اشهد ان لآ اله الا الله وحده' لا شريک له' و اشهد انّ محمدًا عبده' و رسوله اللّهم صلّ علی محمدٍ واٰل محمدٍ و يجوا اعادة حرف الجرّ في الصلوة علی اٰله

ترجمہ:

تشہد کا قعدہ نماز کے بڑے بڑے واجب ارکان میں سے ہے۔ یہ قعدۂ تشہد ہر دو رکعتوں والی نماز میں ایک بار ہوا کرتا ہے۔ وجوباً اس قعدۂ تشہد میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پر درود واجب امور ہیں۔ اس کے لیے کامل ترین الفاظ یوں ہیں۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده' لا شريک له' و اشهد انّ محمدًا عبده' و رسوله' اللّهمّ صلّ علی محمدٍ وّ اٰل محمدٍ

آل محمدؐ پر درود کی صورت میں حرف جر (علی) کا دوبارہ لانا بھی جائز ہے۔ یعنی

اللّهم صلّ علی محمدٍ وّ علی اٰل محمدٍ

والی صورت بھی روا ٹھہرتی ہے۔

وضاحت:

مذکورہ عبارتوں میں نماز کے قعدۂ تشہد کے بارے میں ابتدائی طور پر چھ امور کی واضح نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ قعدۂ تشہد کی نوعیت
۲۔ تعداد کا مسئلہ
۳۔ گواہی کا مسئلہ
۴۔ درود کا مسئلہ
۵۔ جواز کی ایک صورت

تفصیلِ وضاحت:

۱۔ قعدۂ تشہد کی نوعیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی نماز کے دیگر بڑے بڑے واجب ارکان کی مانند ایک بڑا واجب رکن ہے۔ اس کے فقدان سے نماز کی صحت عدم سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

۲۔ "تعداد کا مسئلہ" کا مطلب یہ ہے کہ یہ قعدۂ تشہد دو رکعتوں والی نماز میں ایک بار وقوع پذیر ہوا کرتا ہے مثلاً نماز صبح وغیرہ۔ دو سے زائد رکعتوں والی نمازوں میں یہ قعدۂ تشہد دو بار وقوع پذیر ہوا کرتا ہے مثلاً نماز مغرب وغیرہ۔ گویا ہر دوسری رکعت میں اس قعدۂ تشہد کا وقوع پذیر ہونا متعین ہے۔ اگر قعدۂ تشہد دو

رکعتوں والی نماز دوبارہ وقوع پذیر ہو جائے تو یہ قعدۂ تشہد کی شرعاً ہیئت کذائی کے منافی ہے اور اس سے نماز کی صحت بطلان سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ اگر دو رکعتوں سے زائد رکعتوں والی نماز میں یہ قعدۂ تشہد دو سے زائد بار وقوع پذیر ہو جائے تو اس سے بھی نماز گزار اپنی نماز کی ادائیگی سے شرعاً سبکدوش ہونے والا قرار نہیں پائے گا بلکہ اس کی نماز شرعاً کالعدم قرار پائے گی اور اس کے ذمے از سر نو نماز کی درست بجا آوری واجب ہو گی۔

۳۔ "گواہی کا مسئلہ" کا مطلب یہ ہے اس قعدۂ تشہد میں دو قسم کی گواہی کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ پہلی واجب گواہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی ہے اس کی صورت یوں ہے۔

اشہد ان لاَ الہ الاّ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ O

دوسری واجب گواہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی گواہی ہے۔ اس کی صورت یوں ہے۔

و اشہد انّ محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ O

گویا کلمۂ شہادتین کو قعدۂ تشہد کے واجب امور میں شامل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ "درود کا مسئلہ" کا مطلب یہ ہے قعدۂ تشہد میں دو درود کا وجوباً شامل کرنا شرعاً ضروری قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ صلوات بر محمدؐ

۲۔ صلوات بر آلِ محمدؐ

اس کی بجا آوری کی شکل یوں ہے۔

اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و آل محمدٍ

اگر کوئی نماز صلوات بر محمدؐ پر اکتفا کرے اور وہ قعدۂ تشہد میں اللّٰھم صلّ علی محمدٍ کہہ کر خاموش ہو جائے تو اس سے بھی اس کی نماز بطلان سے ہمکنار ہو گی۔

۵۔ "کامل ترین الفاظ کا تعین" کا مطلب یہ ہے کہ قعدۂ تشہد کے واجب امور کی بہترین بجا آوری کے لیے الفاظ کا تعین یوں کیا گیا ہے۔

اشہد ان لاَ الہ الاّ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد انّ محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و آل محمدٍ O

۶۔ "جواز کی ایک صورت" کا مطلب یہ ہے کہ صلوات بر محمدؐ اور صلوات بر آل محمدؐ کی دو جائز صورتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ایک جائز صورت مشہور ہے اور اکثر لوگ اسی صورت کو تھامے ہوئے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و آل محمدٍ O

دوسری جائز صورت میں لفظ "آل محمدٍ" پر جر یعنی (علیٰ) کا دوبارہ لاتا مذکور رہا ہے۔ صورت یوں ہو گی۔

اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و علی آل محمدٍ O

واضح رہے کہ دونوں صورتیں شرعاً یکساں روا ہیں۔

(جاری ہے)

حرفِ اعتذار و حرفِ مدّعا

نوائے صوفیہ کے کمپیوٹر نظام میں خلل پذیری، شدید مالی بحران اور علماء کرام کے رشحاتِ قلم کی عدم دستیابی کے باعث ماضی قریب میں نوائے صوفیہ کی اشاعت میں تسلسل کا فقدان رہا ہے۔ ہم تمام نمائندوں اور معزز قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے چندہ جات بروقت ارسال کریں اور اس رسالے کی ترقی کے لیے نئے مستقل خریدار بھی بنائیں۔ علماء کرام سے قلمی تعاون کی بھی خصوصی اپیل ہے (ادارہ)

ذکرِ اہلِ بیت

واقعۂ کربلا منظر اور پس منظر

جی۔ ایچ معروفی

تاریخ انسانی میں انہی لوگوں کو عزو شرف کا مقام حاصل ہوا ہے جنھوں نے انسانیت کی رہنمائی کی ہے اور انہیں کوئی درسِ ہدایت دیا ہے۔ حسین ابن علی علیہ السلام کا نام نامی بھی انہی میں سے ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد استحقاقِ خلافت کے باب میں اہلِ اسلام میں دو مکاتبِ فکر پیدا ہوئے۔ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ حضرت علی مرتضٰی علیہ السلام اس بات کے قائل تھے کہ امت جس کو خلیفہ منتخب کرے وہی اس کا حق دار ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ اس بات کا دعوے دار ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرِ خم کے موقع پر خود حضرت علی علیہ السلام کو ہی اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا اس لیے انہی کو خلیفہ ہونا چاہیے تھا۔

ان دونوں آراء سے قطعِ نظر تاریخی حقیقت یہی ہے کہ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام نے نہ استحقاقِ خلافت کے نام پر تلوار اٹھائی نہ کوئی فوج جمع کی۔ آپ کو امت میں تفرقہ اور خون خرابہ گوارا نہیں تھا۔ اس طرح خلفائے ثلاثہ کا دور گزر گیا تو امیر معاویہ کا زمانہ آیا جن کے انتخاب میں مسلمانوں کی رضامندی کو عمل دخل نہیں تھا۔

۶۰ ہجری میں جب امیر معاویہ بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا اور یوں ملوکیت کی راہ ہموار کر دی۔ یزید کی نامزدگی کے ساتھ خود شریعت مطہرہ کا وجود بھی خطرے میں پڑ گیا اس لیے حضرت امام حسین علیہ السلام نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر یزید کا راستہ روکنے کا فیصلہ کیا۔

یزید نے عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی مدینے کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ حضرت حسین بن علیؑ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ سے بیعت لی جائے اور اس معاملے میں سختی کی جائے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حق پرستی کا راستہ اپناتے ہوئے بیعتِ یزید سے انکار فرمایا اور جب یہ خبر اہلِ کوفہ وبصرہ کو ملی تو اہلِ کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کا فیصلہ کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں ہم لوگوں نے نعمان کے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی جمعہ عید میں اس کے ساتھ شریک ہوئے ہیں اگر آپ آجائیں تو ہم اسے نکال دیں گے۔ کوفیوں کی طرف سے حضرت امام حسینؑ کو یہ پہلا دعوت نامہ تھا۔ اس کے بعد خطوط کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ ان خطوط کو دیکھ کر جب امام عالی مقامؑ نے عزمِ سفر فرمایا تو صحابہ کرام نے کہا کہ آپ کوفے نہ جائیں۔ کوفی بے وفا ہیں۔ انہوں نے آپ کے والد جناب امام علی مرتضٰیؑ سے بھی بے وفائی کی ہے۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھ پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض ہو چکا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ روزِ قیامت اللہ جل شانہ مجھ سے سوال کرے کہ جب

تیرے نبی کی سنتوں کی خلاف ورزی ہو رہی تھی اور شعائر اللہ کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ اس وقت تو نے دین اسلام کی نصرت کیوں نہ کی؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ تاہم روانگی سے قبل آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ بھیجا۔ یزید کو جب حضرت مسلمؑ کی کوفہ آمد اور اہلِ کوفہ کی حمایت و بیعت کا علم ہوا تو اس نے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن زیاد کو کوفے کا گورنر مقرر کیا۔ ابن زیاد نے اہلِ کوفہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جس نے میری اطاعت نہ کی اس کو گرفتار کر کے سخت سزا دی جائے گی نیز اہلِ کوفہ کو حضرت مسلم بن عقیل کے خلاف اکسایا۔ ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اہلِ خاندان کے ہمراہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام صفاح پر پہنچے تو آپ کی ملاقات عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی۔ آپ نے ان سے اہلِ کوفہ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اہلِ کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد یزید کا نمائندہ آپ سے ملا اور کہا اے حسین ابن علی آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل شہید ہو چکے ہیں اور کوفی حسب روایت بے وفا ثابت ہو چکے ہیں۔ حالات ناموافق ہیں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔ اب فرمائیں آپ کا کیا ارادہ ہے؟ امام عالی مقام نے اہلِ قافلہ سے مشورہ کے بعد طے کیا کہ فی الحال اس میدان میں پڑاؤ کیا جائے۔ دریں اثنا عمر بن سعد ایک بڑے لشکر کے ساتھ اس میدان میں آ پہنچا جسے کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے اس خیال سے دریا کے قریب خیمے لگائے کہ پانی ملے گا۔ مگر بدبختوں نے آپ اور آپ کے قافلے کو پانی سے محروم کر دیا اور پانچ سو سپاہیوں نے دریا پر قبضہ کر لیا تاکہ حضرت امام حسینؑ پانی نہ لے سکیں۔ امامؑ کے کربلا پہنچتے پہنچتے ابن زیاد کی فوج بھی پہنچ گئی تھی۔ ابن زیاد نے حضرت امام حسینؑ کو پیغام بھیجا کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں یا پھر شہادت کے لیے تیار ہو جائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے احباب کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ تمھیں اجازت ہے تم میں سے جو چاہے واپس چلا جائے۔ آپ کا جان نثاروں میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے۔ کوئی بھی واپسی پر تیار نہ ہوا۔ اگلے دن حق و باطل کا معرکہ کارزار گرم ہوا۔ حضرت امام حسینؑ کے جاں نثار ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہوتے گئے۔ آخر میں امامؑ تنہا رہ گئے۔ آپؑ نے بے جگری سے جہاد فرمایا اور بے شمار یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو آپ خالق حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ یہ وقت تھا کہ آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر کے نوکِ سناں پر بلند کیا گیا۔ خاندانِ نبوت میں حضرت امام زین العابدینؑ کے علاوہ جو بیمار تھے کوئی مرد زندہ نہ بچا۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنی جان اور اپنے اہلِ خاندان کی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے دین اسلام کی حفاظت فرمائی۔ حضرت حسینؑ کی اس بے مثال قربانی کے نتیجے میں آپ کا نام تاریخِ انسانیت میں زندۂ جاوید ہو گیا ہے۔ آج بھی کروڑوں لوگ آپؑ کی شہادت کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں اور کربلا جبر و استبداد کے خلاف حق و صداقت کی فتح کی علامت بن گیا ہے۔ اسی لیے حکیم الامت حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں:

لاله در ویرانه ها کارید و رفت
در زمینِ کربلا بارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد
موجِ خون او چمن ایجاد کرد

نور بخشیات (گزشتہ سے پیوستہ)

تعارف صوفیہ نوربخشیہ

مولانا شکور علی انور فاضل عربی۔ بی۔ اے

صوفی مسلک کی اساس:

ہم نے اپنے سابقہ بیانات میں اس بات کی بے لاگ وضاحت کی ہے کہ تصوف اور صوفیہ کی تاریخ دین اسلام ہی سے مربوط ہے۔ اسی طرح صوفیہ نوربخشیہ کی تاریخی حیثیت متعین کرتے ہوئے چند تاریخی اقتباسات قرون اولیٰ کے مذہبی کاز سے پیش کیے گئے تھے لیکن یہاں اس مسئلے پر اظہار خیال کیا جائے گا کہ مذہبی اور اعتقادی زاویے میں تصوف یا صوفیہ کن منطقی اثرات اور محکمات پر تقویم پذیر ہے؟ اس بارے میں یہاں چند حقائق آمیز صداقتوں کو پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ حقیقت واضح کی جاچکی ہے کہ صوفیہ یا صوفیہ کرام کا وجود زمانۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے فرقہ پذیر تھا۔ یہ گروہ تمام نفسانی مالوفات سے ہٹ کر اور مادی رنگینیوں سے کٹ کر دین اسلام کے تحفظ اور بقا کے لیے کمربستہ منظم گروہ تھا۔ اس علم و فن اور اخلاق و حکمت کا منبع و سرچشمہ ذات نبیؐ کے بعد حضرت امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب تھے۔ اہل صفہ یا صوفیہ آں جناب سے بلاواسطہ فیوض علم و عرفان کی پیاس بجھاتے تھے۔ شہر نبوت کے علوم و معارف کا دروازہ ہونے کے ناطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سینۂ اطہر تمام علوم نبوت کے سرچشمے سے سیراب تھا۔ آپ مسلم اول، سابقین اولین کا بانی مبانی، فتوت و شجاعت کا پیکر، حق و صداقت کا مظہر، دین و ایمان مجسم، زبان مقدس، کلام مؤثر، کردار بے داغ، گفتار بے لاگ، عشق و محبت خداوندی میں یکتا اور خدا اور رسول میں فنا اور معرفت رسول اور معرفت رب میں بقا حاصل کرنے والے تھے۔ آپ کا نام سن کر اہل ایمان کی نظریں فرط ادب سے جھک جاتی تھیں۔ قرن اولیٰ کی سب سے قابل تقلید ہستی نفس رسول زوج بتول، ابوالحسن و الحسین شیر خدا علی مرتضیٰ ہیں جن کے بارے میں امام تصوف حضرت جنید بغدادیؒ کے ارشاد کی تفصیل خواجہ محمد پارساؒ نے فصل الخطاب میں یوں تحریر فرمائی ہے:

قال الجنید رحمة الله علیه صاحبنا فی هذا الامر الذی اشار الی ما تضمنة القلوب الخ

"اس امر تصوف میں کہ جس نے دلوں میں گھر کر لیا ہے ان کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد تصوف کے حقائق کی طرف ایما کیا ہے' وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

خواجہ محمد پارسا آگے چل کر لکھتے ہیں:

ان امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب لو تفرغ علینا عن الحروب الخ

یقیناً علی ابن ابی طالب اگر جنگی مخمصوں سے آزاد ہوتے تو ان سے ہمارے لیے اس علم یعنی حقائق اور تصوف کے متعلق وہ باتیں نقل کی جاتیں کہ جن کے دل متحمل نہ ہو سکتے۔ (۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام غزوات میں مصروف

رہے۔ کچھ غزوات تو وہ جو بلاواسطہ آپ سے ہی پیش آئے اور بہت سے غزوات وہ جو حیاتِ رسولؐ میں پیش آئے۔ آپ ہر وقت اسلام کے سرحدی اور دفاعی امور میں وارفتہ رہے اس لیے آپ کو علومِ تصوف کی روشنیاں جلانے اور حقائق و معارف دریا بہانے کا چنداں موقع نہیں ملا اگر یہ موقع مل جاتا تو انسانی دل اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح صاحب تمکین مقلد اور تصوف کے عظیم مجتہد حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ

قال سید الطائفه شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضیٰ یعنی امامنا فی علم الطریقة و معاملاتها علی المرتضیٰ

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اصول اور بلا میں حضرت علی علیہ السلام ہمارے امام ہیں۔ یعنی طریقت میں وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں۔

امام فخر الدین رازی بھی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں۔

و منها تصفية الباطن و معلوم ان نسب جميع الصوفية ينهى اليه (۲)

"اور ان میں سے باطنی تصفیہ کے معاملات اور علوم اور صوفیہ کے سلسلے آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر ہم اس بات کو باوثوق انداز میں باور کرا سکتے ہیں کہ صوفیہ ہی علوم و عرفان علیؑ کے وارث ہیں اور یہ علم اور دین، ایمان اور اسلام کا حافظ گروہ ہے۔ اس فرقہ کا امام علی علیہ السلام ہیں جو بلاواسطہ امام کل سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم ظاہر و باطن کا وارثِ حقیقی ہیں۔

چنانچہ حضرت امام محمد نور بخش قدس سرہ نے جب عالم اسلام کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار زمانہ رسول کی شریعت اور نفسِ رسولؐ کی طریقت کی حقیقت کو جان لو تو آپ نے کوئی عجیب بات نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نفسِ رسولؐ تھے۔ شہر علوم نبوت کا دروازہ تھے۔ حقائق و معارف کا سرچشمہ اور فنون و ادب کے موجد و منبع تھے۔ اس کے باوجود امت میں اختلافات کی رسوائیاں رونما ہوئیں تو علیؑ کی شان میں طعن و تشنیع کی روایت جاری کر دی گئی۔ لیکن اس خلفشار کے باوجود علیؑ کے تابع فرمان لوگوں کی تعداد میں کمی نہیں آئی اور حضراتِ صوفیہ آج کے پرفتن مادی دور میں بھی خصوصیت سے آپؑ کے مقلد اور نام لیوا ہیں۔

سنت کی پیروی :

نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کی پیروی کا حکم نصِ قرآن سے ثابت ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :

اطیعوا اللّٰه و اطیعوا الرسول (۳)

"تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا (۴)

"اور رسول تم کو جو حکم دیں اسے تھامو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔"

هوالذی بعث فی الامیین رسول الخ (۵)

"وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔"

یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث (۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔"

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ حلت و حرمت کے احکام ہی قابلِ اعتبار ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

حلال محمد حلال الی یوم القیامة و حرام محمد حرام الی یوم القیامة

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلال قرار شدہ قیامت تک حلال اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرام قرار شدہ قیامت تک حرام ہے۔"

یاد رہے کہ دینِ اسلام کی صورت اصلی وہی ہے جس کی تکمیل کا اعلان خود حق تعالیٰ نے بدیں الفاظ فرمایا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۷)

"آج ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں اور تمہارے لیے اسلام کا دین پسند کیا۔"

پس اسلام کی علت مبغیہ یہ ہے کہ ہم شریعت اسلامی کی اصلی صورت پر کاربند رہیں جس کا سرچشمہ قرآن وسنت نبویؐ ہے۔

صوفیہ کی روش کتاب وسنت کے سائے تلے جینا مرنا ہے۔ ان کے ہاں رسوم و رواج کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ اہل صوفیہ نور حشیہ بھی قرون اولیٰ کی شریعت اور سنت کے پابند ہیں جو منبع اسلام ہیں۔ صوفیہ اس انسانی افتراق و انتشار کو قبول قبول نہیں کرتے جو خود غرض ملاؤں کی ایجاد کردہ چیز ہے بلکہ وہ جعلی صوفیوں کے ان طریقوں سے بھی احتراز کرتے ہیں جو حقیقت میں کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہیں۔ صوفیہ کی تعلیمات تو سراپا احیائے سنت کا نام ہے۔ چنانچہ صوفیہ کی تعریف میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں:

فالصوفیه هم الذین احیوا هذه السنة و طهارة الصدور من الغل و الغش عماد الدهم (۸)

"صوفیہ ہی وہ لوگ ہیں جو اس سنت کو زندہ کرتے ہیں اور جن کی نظر میں سینوں کو کینہ و کدورت اور کھوٹ سے پاک کرلینا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔"

اور حضرت سہل بن عبداللہ کا ارشاد ہے۔

"کل وجد لا یشهد له الکتاب و السنة فباطل هذا حال الصوفیة و طریقتهم و کل من یدعیٰ حالاً علی غیر هذا الوجه فخدع مفتون کذاب (۹)

"ہر ایسا وجدان جس کی کتاب وسنت گواہی نہ دے باطل ہے۔ حضرات صوفیہ کا یہی عمل اور یہی ان کا طریقہ ہے جو اس سے مختلف طریقہ کے حال کا دعویٰ کرے وہ دھوکہ باز ہے، فتنہ میں مبتلا ہے اور جھوٹا ہے۔"

(جاری ہے)

حواشی:

۱۔ ارجح المطالب ص ۳۲

۲۔ ارجح المطالب ص ۱۳۲

۳۔ سورۃ النساء آیت ۸۰

۴۔ سورۃ الحشر آیت ۷

۵۔ سورۃ الجمعہ آیت ۳

۶۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت......

۷۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳

۸۔ عوارف المعارف

شریعت

جہادِ اصغر

خادم حسین اخوندزادہ لاہور

غوث الاعظم امام العالم میر سید محمد نور بخشؒ قہستانی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الفقہ الاحوط" میں فرماتے ہیں۔ "جہاد کی دو قسمیں ہیں جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر سے واپسی کے موقع پر فرمایا۔ رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر .الخ "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ بڑا جہاد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نفس سے جہاد کرنا بڑا جہاد ہے۔ تیرا سب سے خطرناک دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان پوشیدہ ہے۔"(۱)

فی زمانہ جہادِ اکبر کے بارے میں بہت کچھ لکھا جارہا ہے بہ جہادِ اصغر کے بارے میں تحریروں و تقریروں کا فقدان دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کی نفسیاں وجہ شاید یہ ہے کہ انسان طبعاً اس جہاد سے گریزاں رہتا ہے۔ جس کا ثبوت قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ الخ (۲)

"تم پر جہاد فرض کیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو، ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور در اصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو۔"

دنیا کی نعمتیں، مال، جائیداد، اولاد سب چیزوں کو پس پشت ڈال کر جہاد و قتال کے راستے میں نکلنا آسان نہیں۔ لیکن اگر اس عملِ خیر کا اخروی فائدہ پیش نظر ہو تو دنیا کی دلچسپیاں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جہادِ اصغر کے راستے میں جان دینے والوں کو حیاتِ جاوید کی بشارت دیتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۚ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (۳)

"جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔"

اس ابدی انعام کے باوجود جو لوگ جہادِ اصغر سے پہلو تہی کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ سوال فرماتے ہیں:

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لیے نہیں لڑتے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایتی مقرر فرما اور ہمیں اپنی طرف سے کوئی مددگار عطا فرما۔"(۴)

مظلوموں کی حمایت اور اللہ کی زمین سے فساد و شر کے خاتمے کے لیے جہاد فرض ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

"اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے پس اگر وہ باز آئے تو اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔" (۵)

(بقیہ صفحہ ..... ۴۹ پر)

فکر و نظر

تحقیق کا منصب

غازی محمد نعیم

تحقیق کے منصب کی وضاحت میں کہا گیا ہے کہ :

" تحقیق کا مقصد نامعلوم کی تلاش اور معلوم حقائق کی توسیع یا ان کی خامیوں کی تصحیح ہے۔"(۱)

تحقیق کی دیگر تعریفات میں اسی حقیقت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

☆مالک رام :

" تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کھوٹے اور کھرے کی چھان بین یا کسی بات کی تصدیق کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے علم وادب میں کھرے کھوٹے، مغز کو چھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں۔"(۲)

☆قاضی عبدالودود:

" تحقیق مخصوص حالات میں، مخصوص شواہد اور روایات کی روشنی میں اس صداقت کی تلاش ہے جو محقق کی دسترس میں ہو سکتی ہے۔"(۳)

" تحقیق کسی امر کو اس کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔" (۴)

☆سی سی کرافورڈ:

" تحقیق سے مراد وہ مسائل کے مطالعے کا وہ طریق کار ہے جس میں کلی یا جزوی طور پر حقائق سے حل تلاش کیے جاتے ہیں۔" (۵)

☆ڈاکٹر سید عبداللہ :

" تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے۔ اصطلاحاً یہ ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔"(۶)

☆ ڈاکٹر عندلیب شادانی :

" تحقیق یا ریسرچ کا مطلب ہے یا تو نئے حقائق دریافت کیے جائیں یا پھر معلومہ حقائق کی کوئی ایسی نئی تفسیر پیش کی جائے کہ اس سے ہماری معلومات میں معتدبہ اضافہ ہو جائے۔ بعض لوگوں نے ریسرچ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ فکر کی پوری جدوجہد کے ساتھ حقیقت کی جستجو کا نام ریسرچ ہے اور غایت اس کا حق الیقین حاصل کرنا ہے۔"(۷)

☆پروفیسر محمد حسن:

" تحقیق دراصل سچائی کی تلاش ہے۔"(۸)

☆ ڈاکٹر قاضی عبدالغفار:

" تحقیق علم کی خاطر ضابطوں اور قاعدوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تفتیش اور پڑتال کرنا ہے۔"(۹)

☆ ڈاکٹر تبسم کاشمیری:

" تحقیق صداقت یا سچائی کی تلاش کا نام ہے۔"(۱۰)

☆ڈاکٹر نثار احمد زبیری:

ا۔" معلومات کی تحصیل، چھان پھٹک، تجزیہ، ترتیط (co-ordi-nation) اور تعین قدر کی شعوری کوشش کو تحقیق کہتے ہیں۔"

۲۔ "حقائق اور ان کے اصل مفہوم کی دیانت دارانہ، صبر آزما اور پُر ذہانت جستجو کا نام تحقیق ہے۔"

۳۔ "نئے حقائق کی رسی، قطعی طور پر مرتب اور دقیق تلاش تحقیق کہلاتی ہے۔"

۴۔ "تحقیق وہ انسانی فریضہ ہے جو آگہی کے حصول، نشوونما اور تصدیق کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔"

۵۔ "تحقیق..... اس گہرے تجزیاتی مطالعے کو کہتے ہیں جس سے مسائل کا حل مقصود ہو۔" (۱۱)

بہر طور ذوقِ تحقیق اور تلاش و جستجو انسان کے ذہنی ارتقاء کا سب سے بڑا وسیلہ اور علم و آگہی کا سب سے اہم سرچشمہ ہے۔

حیوانِ ناطق یعنی انسان عقل کی بنیاد پر اشرف المخلوقات ہے۔ عقل ہی کے باعث انسان ازل سے تلاش و جستجو کے راستے کا مسافر رہا ہے۔ عقل اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا کیا اور اسے علم الاسماء سکھا کر فرشتوں سے ممتاز اور افضل قرار دیا تو سیکھنے کا یہ عمل یقیناً یک طرفہ تدریس کا نتیجہ نہ ہوگا بلکہ آدمؑ کی جستجو اور ذوقِ تفتیش کو بھی اس میں عمل دخل ضرور ہوگا۔ یہ نہ ہوتا تو چند اسماء کے سیکھنے کے بعد علم کی نمو رک جاتی۔ آدمؑ کے ذوقِ تحقیق کا ثبوت اس حقیقت سے بھی فراہم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے شجرِ منہیہ کے قریب جانے سے منع کیا تو اس کے تجسس نے اس حکم کی تعمیل گوارا نہ کی اور تحقیق کی خاطر اس کے پھل کا ذائقہ چکھا اور یوں جنت سے نکالا گیا۔ علامتی طور پر جنت حیاتِ انسانی کا وہ دور ہے جب وہ ذوقِ تحقیق سے عاری تھا اور محض جبلتوں کے سہارے زندگی بسر کرتا تھا۔ چنانچہ جب جبلتوں کی غلامی کی جگہ ذوقِ تلاش اور تحقیق کی آزادی نے لی تو انسان دنیا میں نیابتِ الٰہی کا قابل ٹھہرا۔ آدم کا جنت سے نکالا جانا ایک سزا نہ تھا بلکہ خدا نے اپنے اس وعدے کی تکمیل فرمائی جو روئے زمین پر اپنا نائب اور جانشین مقرر کرنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی ذوقِ تحقیق نے انسانی تہذیبوں کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ جنت سے زمین پر بھیجا جانا، زمانہ قبل از تہذیب کی وحشی اور تجسس سے عاری اور جبلتوں کی پابند زندگی سے اس تہذیب و تمدن کی طرف سفر کا استعارہ بھی ہے جو دراصل تلاش و جستجو کا سفر تھا۔ یوں ایک طرح سے جبلت کا اسیر انسان اب عقل و شعور کی روشنی سے بہرہ ور ہوا اور یہی شعور 'اے روشنیِ طبع تو بر من بلا شدی' کے مصداق انسان کی بہت سی آزمائشوں اور مصائب کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوا۔

تاریخِ انسانی جہاں تک ماضی کے دھندلکوں کو روشن کرتی ہے نوعِ انسانی تحقیق و جستجو کی خوگر نظر آتی ہے۔ قدیم یونانیوں نے تحقیق کو بہت فروغ دیا اور ارسطو کی شخصیت اس سلسلے میں سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔ یورپ جس وقت تاریک دور سے گزر رہا تھا اسلامی دنیا میں علم اور تحقیق کی شمع پورے آب و تاب سے روشن تھی۔ قرآن مجید میں غور و فکر کے علاوہ تحقیق پر زور دیا گیا ہے۔ یہی حال احادیثِ نبوی کا ہے۔ تدوینِ حدیث تو تحقیقِ علمی کی درخشندہ ترین روایت ہے۔ مسلمان محدثین نے احادیثِ نبوی کی تدوین میں جس جزم و احتیاط سے کام لیا وہ ہر دور کے اہلِ تحقیق کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوگا۔ ان محدثین روایت اور درایت دونوں کی صحت پر حد درجہ تحقیق کی اور اپنی ساری زندگی اس کام میں لگا دی۔ نشاۃِ ثانیہ کے ساتھ تحقیق کا فن زوال آمادہ اسلامی تہذیب کے ہاتھ سے نکل کر اہلِ مغرب کی تحویل میں چلا گیا، چنانچہ جس طرح مشرق نے ابن سینا، رازی، غزالی، ابن رشد اور ابن خلدون جیسے دیو قامت اہلِ تحقیق پیدا کیے

تھے اسی طرح مغرب کی علمی دنیا میں بھی نیوٹن، کوپرنیکس، ڈارون، فرنسس بیکن اور ایڈیسن جیسے اہلِ تحقیق پیدا ہوئے جنہوں نے علم اور سائنس کو اوجِ ثریا تک پہنچادیا۔

تحقیق کی تعریفات اس سے قبل گزر چکی ہیں۔ تحقیق نہ صرف طبعی علوم (Physical Sciences) کی ترقی کی بنیادی شرط ہے بلکہ عمرانی علوم (Social Sciences) میں بھی اب تحقیق و جستجو ہی تلاشِ حقیقت کی لازمی شرط ہے۔ اگرچہ سائنس کے معنی علم کے ہیں لیکن ایک خاص زمانے تک سائنس کا لفظ مشاہداتی اور تجرباتی نوعیت کے طبعی علوم مثلاً کیمیا، طبیعیات، ریاضی اور حیاتیات وغیرہ کے لیے مخصوص تھا لیکن اب عمرانی علوم جیسے نفسیات، عمرانیات، بشریات، شہریات، معاشیات وغیرہ بھی بڑی تیزی سے اپنے سائنسی طریقِ کار اور طرزِ تحقیق کے باعث سائنس کا درجہ حاصل کرتی جارہی ہیں۔ یہاں تک کہ اب سائنس کی حدود ادب و شعر کی وادیوں تک وسعت پذیر ہوتی جارہی ہیں۔ چنانچہ ادبی تنقید میں تاثراتی اور جمالیاتی دبستانوں کی جگہ نفسیاتی اور عمرانی دبستانیں زیادہ مقبولیت کی حامل نظر آتی ہیں۔

اس صورت حال میں اچھی تنقید لکھنے کے لیے نقاد کا صاحبِ تحقیق ہونا ضروری قرار پاگیا ہے۔ جو تنقید تحقیق کے بغیر لکھی جائے گی وہ محض تاثراتی اور سطحی نوعیت کی ہوگی۔ بلا تحقیق ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق کسی فن پارے کے حسن و قبح کے بارے میں فیصلہ صادر کرنے کی صورت میں نقاد کے لغزش کھا جانے کا قوی امکان ہوتا ہے اور ایسی لغزش اس بظاہر خوبصورت اور گلپاش زبان میں لکھی گئی تنقید کو ناعتبار اور ناقابلِ اعتبار بنادیتی ہے۔ چنانچہ اردو زبان کے بعض پڑھے لکھے نقاد اور محقق جن میں ڈاکٹر جمیل جالبی سرِ فہرست ہیں تحقیق اور تنقید کے درمیان چولی دامن کا رشتہ بتاتے ہیں۔ جمیل جالبی تو اس حد تک ان دونوں فنون کو شیر و شکر کردینے کے حامی ہیں کہ انہوں نے ایک نئی اصطلاح "تحقید" وضع کرلی ہے۔ اگرچہ بعض محقق جن میں رشید حسن خان کا نام نمایاں ہیں تحقیق اور تنقید کا دائرہ کار الگ الگ رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ سوچ ترقی پسندانہ نہیں ہے۔

تحقیق کا مقصد جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے نامعلوم کی تلاش اور معلوم حقائق کی توسیع اور ان کی خامیوں کی اصلاح ہے۔ اس عمل کی انجام دہی کے بنیادی عناصر محقق، تحقیقی موضوع اور تحقیقی طریق کار ہیں۔

محقق ہونے کے لیے بنیادی شرائط تحقیق کی طرف فطری میلان، سخت محنت کرنے کا جذبہ اور اپنے کام سے عشق، راست فکر کا حامل ہونا، محقق کا تعصب اور تنگ نظری سے پاک ہونا، قوتِ استدلال اور استخراج کا حامل ہونا اور باریک بین نظر کا مالک ہونا، اخلاقی جرأت اور حق گوئی و بے باکی کی خصوصیات کی موجودگی، وسیع مطالعہ، انصاف پسندی، مزاج اور شخصیت کا توازن اور جذباتیت سے گریز، اپنی خطا و لغزش کو تسلیم کرنے کی صلاحیت، درویش منش طبیعت کا مالک ہونا اور مستقل مزاجی لازمی عناصر ہیں۔ ان خصوصیات سے عاری محقق تحقیق کا حق صحیح معنوں میں ادا نہیں کرسکتا۔ اس اجمال کی مزید تفصیل ہمارے موضوعِ بحث سے خارج ہے۔

جہاں تک موضوعِ تحقیق کا تعلق ہے نئے حقائق کی کماحقہٗ دریافت اور معلوم حقائق کی توسیع کا حق صحیح معنوں میں ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ موضوعِ تحقیق محقق کے فطری میلانِ طبع کے مطابق ہو۔ ادب کا ذوق رکھنے والے طالبعلم کو طبیعیات، حیاتیات، معاشیات، علم الارض شماریات جیسے علوم میں تحقیق کا کام تفویض کیا جائے تو وہ دلجمعی اور دلچسپی

کے ساتھ یہ فریضہ انجام نہیں دے سکے گا۔ موضوع ایسا ہو کہ اس پر تحقیق افادیت کا حامل بھی ہو۔ کسی ایسے موضوع پر کام کرنا جس پر پہلے ہی خاصا کام ہو چکا ہو اور انہی دریافت شدہ حقائق کو اپنے انداز میں دہرانا محض جگالی کرنے یا چبائے ہوئے لقمے کو دوبارہ چبانے کے مترادف ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی موضوع کے کچھ گوشے ہنوز تشنہ تحقیق ہوں اور ان پر کام کرنا علمی اور ادبی دنیا کے لیے قابلِ قدر نتائج پیدا کرے۔ بعض اوقات ایسے شعراء اور ادباء کی حیات اور کارناموں پر تحقیق کا بیڑا اٹھایا جاتا ہے جن کی تاریخ ادب میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ایسے کاموں سے سوائے ایک اچھے محقق کی صلاحیتوں، محنت، پیسے اور وقت کے ضیاع کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ تحقیق جس موضوع پر ہو اس کے نتیجے انسان کے علمی ورثے میں کچھ اضافہ ہونا لازمی ہے۔ موضوع تحقیق نہ تو ایسا پھیلا ہوا ہو کہ مواد کو سمیٹا نہ جا سکے اور نہ ایسا تنگ دامن ہو کہ متعلقہ مواد دستیاب ہی نہ ہو۔ بہر طور تحقیقی ذوق کا حامل شخص جب ایک مناسب اور مفید موضوع کا انتخاب کر لیتا ہے تو اسے اس تحقیقی طریقِ کار کی پابندی کرنا پڑتی ہے جو اچھی تحقیق کی لازمی شرط ہے۔ چنانچہ ہمارے موضوع بحث میں تحقیق کے طریق کار پر ہی بنیادی زور ہے۔ ذیل کی بحث میں ہم اس طریق کار کا جائزہ لیتے ہوئے زیر بحث موضوع کا مطالعہ دو عنوانات کے تحت کریں گے یعنی نامعلوم کی تلاش اور معلوم حقائق کی توسیع۔

نامعلوم کی تلاش:

جیسا کہ مضمون کی ابتداء میں ذکر ہو چکا ہے تجسس انسانی ذہن کی بنیادی خصوصیت ہے اور انسانی علوم کا تمام پھیلاؤ اسی جذبے کا مرہون منت ہے۔ نامعلوم کی تلاش کا تصور مذہبی مابعد الطبیعیات، علمی سائنس اور نظری سائنس میں جدا جدا ہے۔

تصوف اور مذہبی مابعد الطبیعیات میں لفظ تحقیق مخصوص معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں تحقیق تقلید کی ضد ہے۔ تقلید کا مطلب عقل و خرد کی رہنمائی میں اور ایمان بالغیب کے نتیجے میں مذہب کے احکام و فرامین پر بلا کم و کاست عمل پیرا ہونے کی رسم کا نام ہے۔ جبکہ تحقیق ایک طرف تفکر کا متقاضی ہے اور دوسری طرف قوتِ عشق سے استحکام حاصل کرتی ہے۔ صوفی سخت قسم کی بدنی ریاضات، مراقبوں اور اذکار کے نتیجے میں روحانی حقائق کی دریافت کے مختلف مراحل سے بذاتِ خود گزرتا ہے۔ اگرچہ اس سفر میں ایک شیخ کامل کی رہنمائی درکار ہوتی ہے مگر ایسی رہنمائی تقلیدِ رسمی کا تقاضا نہیں کرتی۔ سالک تلاش حقیقت کے سفر میں عرفان ذات کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا عرفان حق بھی حاصل کرتا ہے جس کے نتیجے میں اسے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے لگتا ہے اور خود سمیع، بصیر، خبیر اور علیم بن جاتا ہے۔ پھر ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ اس کی خودی ذاتِ الٰہی میں فنا ہو جاتی ہے اور پھر اسی کے ساتھ بقا پاتی ہے۔

سائنسی طریق کار میں عموماً حواس پر اعتبار کیا جاتا ہے اور تحقیق مشاہدات، تجربات اور نتائج کے استخراج کے مراحل پر مشتمل ہوتی ہے۔ عموماً ایک نظریہ یا فرضیہ Hypothesis پیش کیا جاتا ہے جس کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ درست ثابت ہونے کی صورت میں اسے کلیہ قانون کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے بصورت دیگر اسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔

لیکن علوم عمرانی میں بالعموم اور ادب میں بالخصوص نہ تو مذہبی مابعد الطبیعیات کا طریق تحقیق کارگر ہوتا ہے اور نہ سائنس کا مخصوص طریق کار ہی یہاں سختی سے اختیار کیا جاتا

ہے۔ اس باب میں اختلاف ہے کہ آیا کسی نظریے یا مفروضے کو قائم کرنے کے بعد اس کو ثابت کرنے کے لیے دلائل اور شواہد اکٹھے کیے جائیں یا پھر تمام دلائل اور شواہد اکٹھے کرنے کے بعد ان کی روشنی میں کسی نظریے تک پہنچا جائے۔ ادب ریاضیاتی کلیے کے مطابق ۲ + ۲ = ۴ کا نام نہیں بلکہ یہاں تو ۲ + ۲ = ۵ والی صورت حال ہے چنانچہ یہاں سائنسی طریق کار کو سختی سے نافذ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس سے قریب تر رہنے کا رجحان زیادہ حقیقت پسندانہ اور تلاشِ حق کے سفر میں زیادہ ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس رویے کے پیش نظر فی زمانہ تحقیق میں معروضیت Subjectivity سے زیادہ موضوعیت Objectivity پر زور دیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا تحقیق میں تخیل اور قیاس آرائی کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں۔ زیادہ پسندیدہ بات تو یہ ہے کہ حد درجہ موضوعیت سے کام لیتے ہوئے محض ٹھوس حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں نتائج حاصل کیے جائیں لیکن اس راستے میں دو دشواریاں ہیں۔ ایک دشواری تو یہ ہے کہ بعض اوقات زیر تفتیش حقائق کی بہت سی درمیانی کڑیاں یکسر غائب ہوتی ہیں اور اس خلا کو پُر کرنے کے لیے تخمین و ظن سے کام لینا پڑتا ہے۔ محقق کی بصیرت، وسیع علم اور مذاق سلیم اس مرحلہ پر ایسی رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں حقائق کی گمشدہ کڑیوں کو ملا کر مربوط نتائج اخذ کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری دشواری یہ ہے کہ ادب و شاعری سو فیصد اعداد و شمار تو ہیں نہیں بلکہ یہ وجدانی اور ذوقی چیزیں ہیں اور کسی ادیب اور شاعر کی تخلیق کی روح کو سمجھنے کے لیے محض خارجی حقائق اور موضوعی معلومات کافی نہیں ہوتیں یہاں محقق کے مذاق سلیم اور وجدانی صلاحیتوں کی رہنمائی درکار ہوتی ہے۔

بہر طور ایک نامعلوم حقیقت کو تلاش کرنے کے لیے تحقیق کا عمل خلا میں شروع نہیں کیا جا سکتا۔ محقق کا فرض ہے کہ وہ اس موضوع سے متعلق مواد کا وسیع مطالعہ کرے اور جس قدر تحقیق و تفتیش اس ضمن میں ہو چکی ہے اس سے کما حقہٗ آگاہی حاصل کرے۔ ادبی تحقیق کے طالبعلم کو اکثر اپنی تحقیق کے سلسلے میں ادبی مطالعے کے ساتھ ساتھ دیگر علوم و فنون کا مطالعہ بھی درکار ہوتا ہے۔ تخلیق ادب کی جڑیں انسان کی نفسیاتی، معاشی، سماجی، اخلاقی اور مذہبی رویوں اور رجحانات میں پیوست ہوتی ہیں۔ پس کسی ادب پارے پر تحقیق کے سلسلے میں جہاں محقق کا تاریخی شعور پختہ ہونا ضروری ہے وہاں اس کا مطالعہ بھی تمام ضروری عمرانی علوم جیسے نفسیات، معاشیات، عمرانیات، اخلاقیات، صنمیات، لسانیات، بشریات وغیرہ تک وسیع ہونا ضروری ہے۔ یہ دور امتزاج کا نہیں اختصاص کا ہے اور ایک محقق کے لیے بیک وقت تمام علوم انسانی پر عبور حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا لیکن کم از کم ادبی محقق کے لیے مذکورہ علوم و فنون سے ضروری واقفیت ضروری ہے کیونکہ ادب میں نرا تخصص کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ادب زندگی کی تشریح ہے اور زندگی کا ہر موضوع ادب کا موضوع بن سکتا ہے علاوہ ازیں تخلیق ادب کے عمل میں ادیب کے لاشعور میں تمام علوم و فنون پس منظر کے طور پر اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں نیز ہر ادب پارہ مخصوص نفسیاتی، تاریخی، معاشرتی اور سماجی حالات کے پس منظر میں ہی تخلیق ہوتا ہے اس لیے ان علوم سے ناواقف محقق کا دائرۂ فکر و نظر نہایت محدود ہوگا اور اس کی تحقیق سطحی اور زندگی کے گہرے معانی سے تہی ہوگی۔ پس ادبی محقق کو اختصاص کے علاوہ امتزاج کا بھی حامل ہونا چاہیے۔ اختصاص ان معنوں میں ہو کہ اگر وہ ایک خاص صنف ادب کے بارے میں تحقیق کر رہا ہے تو اسی کا

ق ادا کرے اور لمحہ لمحہ اپنی وفاداریاں بدلنے سے گریز کرے اور استدراج ان معنوں میں کہ تمام ضروری علوم انسانی کا مطالعہ اس کی شخصیت میں ایسا رچاؤ اور ایسی بالغ النظری پیدا کرے کہ وہ حقائق کی تلاش میں نامعلوم سے معلوم تک کا سفر زیادہ آسانی اور سرعت کے ساتھ طے کرنے کے قابل بن جائے۔

جہاں تک زیر تحقیق موضوع کے متعلق مواد کی فراہمی کا تعلق ہے پرندوں کی آشیاں بندی کے طریق کار کے مطابق محقق کو جہاں کہیں بھی کوئی تنکا یا خس و خاشاک نظر آئے اسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنے کی بجائے اپنی گرہ میں باندھ لینا چاہیے۔ موضوع سے متعلقہ معروف کتب کے مطالعے کے علاوہ، رسائل اور دیگر دستاویزات کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ بعض اوقات سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات سے بھی حقائق کی نشاندہی میں مدد مل سکتی ہے لیکن مواد اور تحقیقی ماخذ کی تلاش و جمع کے عمل میں مستند ماخذ اور غیر مستند ماخذ کے درمیان تفریق اور تمیز نہایت ضروری ہے۔ ہر سنی سنائی بات اور ہر زیر مطالعہ آنے والا مواد اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے لائق اعتبار سمجھ کر من و عن اپنی تحقیق میں شامل کیا جائے چنانچہ دستیاب مواد کی مکمل چھان پھٹک ضروری ہے اور جیسا کہ آگے مذکور ہو چکا ہے اس سلسلے میں روشن ترین مثال تدوین حدیث کی ہے جہاں ایک طرف روایت پر اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ روایت کی تمام کڑیوں کی چھان بین کی جاتی ہے اور دوسری طرف درایت پر اتنی توجہ دی جاتی ہے کہ راوی کے ثقہ ہونے نہ ہونے کی بحث کے علاوہ خود متعلقہ حدیث کے دین کی روح اور تعلیمات قرآنی سے مطابقت اور عدم مطابقت کو کسوٹی بنایا جاتا ہے۔

بہر حال تحقیق کے عمل میں نامعلوم کو معلوم بنانے کے لیے جہاں تمام خارجی شواہد کو بروئے کار لایا جاتا ہے وہاں

داخلی شواہد سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ادب پارے کی
مخصوص موضوع اور مضمون ، اسلوب، محاورے
الامثال اور تلمیحات وغیرہ تحقیقی عمل میں بہت سے
فراہم کر سکتے ہیں۔ کسی شاعر کے اصل کلام کو الحا
الگ کرنے کے سلسلے میں خارجی شواہد کے علاوہ دا
اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ خارجی شواہد کسی ادب
مندرج مخصوص تاریخی واقعات اور ان کی سنین، مخ
، معاشی، مذہبی اور نفسیاتی معاملات کی تصویر کشی
فراہم ہوتے ہیں۔ لیکن ادبی نسخوں کے متون کی تر
میں قلمی نسخہ جات کی قدامت، طرز تحریر، املا
نوعیت وغیرہ بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ فن تاریخ گوئی
واقفیت بھی تحقیق ادب کی ذیل میں نہایت ضرور
تاریخ کو جاننے کے لیے حروف ابجد کی عددی قیمت
سے سنین تک پہنچنے کے عمل کی جملہ پیچیدگیوں سے
کی ایک اہم قابلیت ہے۔ اسی طرح فنون ادبیہ کی مت
واقفیت بھی تحقیق کی اہم ضرورت ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے تحقیق میں محض سنی س
جائے مستند ماخذ سے رجوع ضروری ہے۔ ثانوی ما
بنیادی ماخذ پر اعتبار کرنا چاہیے اور بنیادی ماخذ تک ر
جستجو کرنی چاہیے۔ بعض اوقات محقق کے اپنے
مطابق مستند ماخذ تک رسائی کے باوجود وہ مغالطے
جاتا ہے۔ مثلاً یوں بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات کوئی
اپنے بارے میں متضاد دعوے کرتا ہے یا غلط بیانی سے
مثال کے طور پر محققین نے علامہ اقبال کی تاریخ
بارے میں لکھا ہے جو خود انہوں نے مختلف مقامات پر
کی ہے۔ اسی طرح مرزا غالب نے اپنے ایک استاد

ذکر کیا ہے لیکن قاضی عبدالودود جیسے محققین کے نزدیک یہ محض مرزا کی ذہنی تخلیق ہے حقیقت میں عبدالصمد نامی ان کے کسی استاد کا وجود نہیں تھا۔ بعض اوقات محقق ذاتی مغالطے کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ وہ محض اپنی جذباتی وابستگی کی بنیاد پر بعض حقائق کو گھٹا کر یا بڑھا کر پیش کر سکتا ہے اور یہ عمل شعوری بددیانتی کا نتیجہ بھی نہیں ہوتا۔ محقق کو چاہیے کہ وہ ضرورت سے زیادہ اپنے حافظے پر بھروسہ نہ کرے۔ بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے بارے میں حافظہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے لیکن اکثر حقائق کی یادداشت میں حافظہ عجیب عجیب کرشمے دکھاتا ہے اور بقول کسے بڑی آسانی سے محمد کی پگڑی محمود کے سر باندھ دیتا ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ ہر ضروری مواد کی تحریری یادداشت تیار کی جائے۔ حاصل مطالعہ کو تحریری طور پر محفوظ کرنے کے علاوہ دورانِ مطالعہ زیرِ تحقیق موضوع سے متعلق مواد کے نوٹس لینا ضروری ہے۔ تلاشِ مواد کے سلسلے میں ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ علم الیقین کی بجائے عین الیقین سے کام لیا جائے یعنی سادہ لفظوں میں متعلقہ مواد تک رسائی بالواسطہ ہونے کی بجائے بلا واسطہ اور براہِ راست مطالعے کی مدد سے ہو۔ بسا اوقات قدآور محققین کی رائے کو بلا تامل قبول کیا جاتا ہے لیکن ضروری ہے کہ مشہور محققین کی لکھی ہوئی ہر بات درست اور قابلِ اعتبار ہو۔ اس لیے تحقیق کی بنیادی روح اندھا اعتقاد نہیں بلکہ شک و شبہ کرنا ہے کسی بات کو اس وقت تک تسلیم نہ کیا جائے جب تک اس کی سچائی ثابت نہ ہو۔ معاصرانہ شہادتیں عموماً زیادہ قابلِ اعتبار ہوتی ہیں مگر یہاں بھی قطعیت لازمی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی معروف ادبی شخصیت کے بارے میں خود اس کے اہلِ خانہ کو کافی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔

تحقیق کے عمل میں کسی ماہرِ فن کی رہنمائی ناگزیر ہے ۔ روحانی تحقیق کی طرح یہاں بھی بے مرشد اکثر گمراہ ہو جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ محض استاد کی رہنمائی ہی اچھی تحقیق کے لیے کافی ہے کیونکہ اصل سفر تو راہرو نے کرنا ہوتا ہے رہنما نے نہیں اور اس سفر کی صعوبتیں بھی اسے خود اٹھانی ہیں۔ تحقیق تن آسانوں کا مشغلہ نہیں بلکہ یہ تو جان جوکھوں کا کام ہے۔ بقول میر

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

یہاں فرزانگی کے ساتھ ساتھ دیوانگی کی بھی ضرورت ہے اور خرد کے ساتھ جنوں کی بھی۔ اہلِ تحقیق کو اکثر معاملات سود و زیاں سے بے نیاز ہونا پڑتا ہے۔ اس راستے میں بارشِ سنگِ ملامت میں بھی بھیگنا پڑتا ہے اور کبھی کبھی زہر کا پیالہ ہونٹوں سے بھی لگانا پڑتا ہے۔ پس محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے والا ہو وہ اپنے سود و زیاں کو تحقیق کے تقدس پر قربان کر دے اور قلندرانہ انداز میں دادِ انصاف دے اور محض علم پرستی کے لحاظ کو مقدم جانے۔

معلوم حقائق کی توسیع اور خامیوں کی اصلاح :

سطورِ بالا میں تلاشِ حقیقت اور نامعلوم کو معلوم بنانے کے عمل سے متعلق جو مباحث احاطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں، معلوم حقائق کی توسیع پر بھی ان کا یکساں طور پر اطلاق ہوتا ہے۔

معلوم حقائق کی توسیع کی دو جہتیں ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک جہت تو حقائق کے ہنوز تحقیق پہلوؤں کی مزید صراحت و وضاحت اور جزوی حقائق کو روشنی میں لانا ہے اور دوسری جہت معلوم حقائق کی روشنی میں نظریہ سازی کرنا ہے۔ معلوم حقائق کی خامیوں کی اصلاح اپنی جگہ مستقل اہمیت کی حامل

ہے۔

اس تصور کی اصل بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ تحقیق ایک ترقی پسند علم ہے۔ تحقیق میں کوئی بھی نتیجہ حتمی نہیں ہوتا۔ یہ ایک لا حد علم ہے جہاں ہر کنارہ ایک نئے سمندر کی ابتدا ہے۔ جس طرح سائنس اور ٹیکنالوجی میں نئی نئی دریافتوں اور ایجادات کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا اسی طرح علمی اور ادبی تحقیق میں حقائق کی یافت اور بازیافت کا عمل جاری رہتا ہے کسی بھی محقق کے تمام نتائج کو حتمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نئی تحقیقی سہولتوں کی روشنی میں حقیقت کے نامعلوم گوشے سامنے آتے جاتے ہیں اور تحقیق کا عمل آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ بلند پایہ محققین کا بھی سہولتوں کے فقدان، طریق کار کے نقائص اور دیگر فنی دشواریوں کے باعث لغزش کا شکار ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے تحقیق میں ہمیشہ غلطیوں کی اصلاح کی گنجائش رہا کرتی ہے۔

جہاں تک دوسری جہت یعنی نظریہ سازی کا تعلق ہے ۔ نتائج مرتب کرنا اور ان کی روشنی میں نظریہ سازی کرنا محقق کا اعلیٰ علمی منصب ہے۔ تحقیق محض حقائق اور اعداد و شمار کو مرتب کرنے کا نام نہیں ہے۔ تنقید کی طرح علمی دنیا میں تحقیق کا بھی اصل کردار بہترین خیالات کی ترویج اور اعلیٰ نظریات کا فروغ ہونا چاہیے۔ خشک شماریاتی انداز میں حقائق کو حوالوں کے ساتھ اکٹھا کر کے پیش کرنا ایک حد تک مفید ضرور ہو سکتا ہے مگر صحیح محقق جیسا کہ کہا گیا ہے محض دوسروں کے خرمنوں سے خوشہ چینی کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ اپنے نظریات کی کھیتیاں اگاتا ہے اور انہیں اپنے فکر و نظر کی روشنی سے سیراب کرتا ہے۔ پس تحقیق تلاش حقیقت کا سفر ہے اور جب اس سفر میں کسی منزل تک رسائی حاصل ہو جائے تو اس منزل کی ماہیت کے بارے میں دوسروں کو آگاہ کرنا بھی ضروری ہے محض سفر کے واقعات کا بیان کافی نہیں۔ ☆

حواشی :

ا۔ Research and Thesis Writing` C. Al-mack pp11

Scientific Method, T.L, Kelly pp1 حوالہ قریشی، عبدالرزاق، فن تحقیق مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد اول از ڈاکٹر سلطان بخش (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء) ص ۷۳

۲۔ رام بابو سکسینہ، "اردو میں تحقیق" مجموعہ مقالات رہبر تحقیق لکھنؤ اردو سوسائٹی لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۷۶ء ص ۵۵ حوالہ مقدمہ اردو میں اصول تحقیق جلد اول از ڈاکٹر سلطان بخش (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء) ص ۲

۳۔ عبدالودود قاضی، "اصول تحقیق" مجموعہ مقالات رہبر تحقیق، لکھنؤ، اردو سوسائٹی لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۷۶ء ص ۱۰۹ حوالہ "اردو میں اصول تحقیق" محولہ بالا

۴۔ خان رشید حسن، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ (الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور ۱۹۸۹ء) ص ۷

۵۔ حوالہ مقدمہ اردو میں اصول تحقیق محولہ بالا ص ۳

۶۔ عبداللہ ڈاکٹر سید، تحقیق و تنقید مشمولہ اردو میں اصول تحقیق محولہ بالا ص ۲۹

۷۔ شادانی ڈاکٹر عندلیب، تحقیق اور اس کا طریق کار مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۹ء) ص ۳۵، ۳۶

۸۔ حسن پروفیسر محمد، ادبی تحقیق کے مسائل مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد دوم محولہ بالا ص ۱۲۵

۹۔ عبدالغفار ڈاکٹر قاضی، تصنیف و تحقیق کے اصول (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲ء) ص ۵۵

۱۰۔ کاشمیری ڈاکٹر تبسم، ادبی تحقیق کے اصول (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲ء) ص ۱۹

۱۱۔ زبیری ڈاکٹر نثار احمد، تحقیق کے طریقے (فضلی سنز لمیٹڈ کراچی ۲۰۰۰ء) ص ۱۸، ۱۹

۱۲۔ اختر، ڈاکٹر سلیم، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ (سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء) ص ۵۳۹

ماخذ و مصادر :

اختر، ڈاکٹر سلیم، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء

حشن ڈاکٹر سلطانہ، اردو میں اصول تحقیق جلد اول مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء

حشن ڈاکٹر سلطانہ، اردو میں اصول تحقیق جلد دوم مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء

جالبی ڈاکٹر جمیل، ادبی تحقیق، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۹۴ء

جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۹۵ء

حسین سید احتشام، اردو ادب کی تنقیدی تاریخ مطبوعہ ترقی اردو بیورو نئی دہلی طبع دوم ۱۹۸۸ء

خان رشید حسن، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۱۹۸۹ء

راہی اعجاز، روداد سیمینار : اصول تحقیق مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء

زبیری نثار احمد، تحقیق کے طریقے، فضلی سنز لمیٹڈ کراچی ۲۰۰۰ء

عبدالغفار ڈاکٹر قاضی، تصنیف و تحقیق کے اصول مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲ء

علوی ڈاکٹر تنویر احمد، آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق مطبوعہ اردو اکادمی دہلی ۱۹۹۲ء

بقیہ : جہادِ اصغر

شاید ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی فراموش کر گئے ہیں :

وَ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ الخ (٦)

"اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے نہ وہ چیزیں حرام مانتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور ذلیل ہوں۔"

مقتولوں کا قصاص لینا بھی ازروئے قرآن فرض ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (٧)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر مقتولوں کے بارے میں بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔"

کفار کی عہد شکنی کے نتیجے میں بھی جہاد فرض ہو جاتا ہے :

وَ إِنْ نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ (٨)

"اگر وہ عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفار کے ان اماموں سے لڑو۔ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ تاکہ وہ باز آجائیں۔" ☆☆

حواشی :

(۱) اللغۃ الاحوط از میر سید محمد نور حشن ترجمہ علامہ محمد بشیر طبع دوم ص ۱۹۷

(۲) البقرہ آیت ۲۱۶ (۳) البقرہ آیت ۱۵۴

(۴) النساء آیت ۷۵ (۵) الانفال آیت ۳۹

(۶) التوبہ آیت ۲۹ (۷) البقرہ آیت ۱۷۸

(۸) التوبہ آیت ۱۲

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات کے جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر کہیں فریقین میں جاری مقدمے کے بارے میں کسی ایک فریق کی طرف سے ارسال کردہ سوال نامے کا جواب شائع نہیں کیا جائے گا کیونکہ جواب نفسِ سوال کے مطابق شائع کیا جاتا ہے۔ کسی ایک فریق کا سوالنامہ اس کے اپنے موقف کی تقویت کا باعث بننے کے لیے ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا ایسے سوالات کے جوابات عدالتی کارروائی کے نتیجے میں مل سکیں گے یا کسی شرعی عدالت میں مکمل شرعی فیصلہ نامہ صادر ہو سکتا ہے۔ اس شمارے کے لیے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱: نماز میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر "آمین" کہنا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۲: کیا کوئی بیوی مقتدی بن کر اپنے شوہر کی امامت میں نماز کی اجتماعی ادائیگی کر سکتی ہے؟

سوال نمبر ۳: ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں کسی قسم کا جنسی فعل نہیں بلکہ صرف آپس کی دل لگی کی وجہ سے اگر مذی نکل آئے یا غیر اختیاری صورت میں منی کا خروج بھی متحقق ہو جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

سوال نمبر ۴: گھنے بال والی خاتون کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا دشوار ہو تو کیا صرف بالوں کے اوپر پانی بہانے سے واجب غسل ہو جائے گا؟

سوال نمبر ۵: کسی سے گرا ہوا مال مل جائے تو اس مال کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

سائل بابو علی حسن سرشارون این ایل آئی بٹالین FPU-8

سوال نمبر ۶: تعمیر و توسیع کے نتیجے میں مسجد کی زمین کا کچھ حصہ بچ جائے تو کیا اس حصے پر نماز گزاروں کے لیے وضو خانے اور جدید فلش سسٹم کے حامل لیٹرین کی تعمیر درست ہو گی؟

سوال نمبر ۷: اگر کوئی غسال ہاتھوں میں نیلون کے مضبوط دستانے پہن کر مردے کو غسل دے تو کیا اس صورت میں بھی اس پر غسل مسِ میت واجب ہو جائے گا؟

سائل بذریعہ معروفی صاحب اسلام آباد

جوابات

جواب نمبر ۱: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اس طرزِ عمل سے چونکہ لفظ آمین پر سورۂ فاتحہ کے جزو لاینفک ہونے کا گمان عوام الناس میں تقویت پکڑ جاتا ہے لہٰذا مجموعۂ شریعتِ محمدیہ کی رُو سے اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے اللہ احوط باب الصلوٰۃ کا مطالعہ کریں۔

جواب نمبر ۲: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

اس قسم کی اجتماعی ادائیگی کرنے میں شرعاً کسی قسم کا کوئی اشکال وغیرہ نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا بالکل درست ہے۔

جواب نمبر ۳: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

روزے کی حالت میں زوجین کے آپس میں بوسہ بازی اور دل لگی اور صرف ہنسی مذاق کی صورتیں مکروہاتِ روزہ میں شامل ہیں۔ ایسی صورت میں خروجِ مذی سے تو نہ وضو ٹوٹ سکتا ہے نہ روزہ۔ البتہ اس قسم کے ہنسی مذاق وغیرہ کے نتیجے میں غیر اختیاری طور پر منی کا نکل آنا باعثِ کراہت ٹھہرتا ہے۔ زوجین میں جس کو یہ حالت لاحق ہو جائے وہ غسل جنابت کرے۔ مزید تفصیلات کے لیے فقہ احوط باب الصوم میں مکروہاتِ روزہ کی فہرست دیکھ لیں۔

جواب نمبر ۴: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

گھنے بالوں والی خاتون کے لیے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ سر پر پانی بہا کر ہاتھوں سے خوب ملنا شروع کر دیں پانی بالوں کی جڑوں تک رسائی پا جائے گا۔ بال جتنے بھی زیادہ گھنے کیوں نہ ہوں خوب ملنے سے جڑوں تک یقینی طور پر پانی پہنچ جاتا ہے۔ پانی پہنچنے کی دشواری والی بات کاہلی کی علامت ہے۔

جواب نمبر ۵: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

اگر کسی کو راستہ وغیرہ میں پڑا ہوا کوئی مال مل جائے تو اگر وہ جلدی خراب ہونے والی کوئی چیز ہو تو اس کی مناسب قیمت لگا کر قیمت کو مالک کے لیے محفوظ رکھیں اور اعلانات وغیرہ کے نتیجے میں مالک کا پتہ چل جائے تو اسے قیمت دے دیں۔ اگر وہ مال خراب ہونے والی چیز نہ ہو بلکہ کافی عرصے تک صحیح حالت میں رہ سکتی ہو تو دیہاتوں میں دیہاتی انداز میں اعلان کیا جائے۔ شہروں میں شہری انداز میں اعلان کیا جائے مثلاً اخبارات میں اشتہار دیا وغیرہ۔ اس طرح کے اعلان کے نتیجے میں مالک نمودار ہو جائے تو ٹھیک ٹھیک علامات بتانے پر اس کے حوالے کریں۔ غیر معمولی انتظار کے باوجود کوئی مالک نمودار نہ ہو تو مال اٹھانے والا شرعاً غنی نہ ہو تو وہ خود اس کا استعمال کرے۔ اگر وہ شرعاً غنی ہو تو مالک کے ایصال ثواب کے لیے اسے خیرات کرے۔ مزید تفصیلات کے لیے فقہ احوط باب اللقطہ کا مطالعہ کریں۔

جواب نمبر ۶: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

جی ہاں! اس حصے پر نماز گزاروں کے لیے وضو خانے اور جدید فلش سسٹم کے حامل لیٹرین کی تعمیر درست ہے کیونکہ نماز گزاروں کے حق میں اس قسم کی سہولت کی فراہمی درحقیقت مسجد کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا شرعاً کوئی اشکال نہیں ہے۔

جواب نمبر ۷: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

غسال اگر ہاتھوں میں نیلون کے مضبوط دستانے پہن کر یا پلاسٹک کے مضبوط دستانے پہن کر مردے کو غسل دے تو اس صورت میں میت سے مس کرنا متحقق نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا غاسلِ میت ہونے سے کوئی غسل واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے لیے میت کے جسم کے ساتھ بلا کسی پردے کے اس کا مس کرنا معتبر ہے۔ واضح رہے کہ دستانے اتنے مضبوط ہوں کہ میت کو غسل دینے کے نتیجے میں کسی قسم کی رطوبت سرایت کر کے غسال کے ہاتھوں کو گیلا نہ کر دے۔ اگر رطوبت دستانے کو پار کر کے غسال کے ہاتھوں کو گیلا کر دیتی ہو تو پھر غسل واجب ہو جائے گا۔ ☆

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اخبار التصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ معروفی

یوم عاشور عقیدت واحترام سے منایا گیا

ملک بھر میں یوم عاشور انتہائی عقیدت واحترام سے منایا گیا۔ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں معروف عالم دین واستاد محمد علی عارف گریس نے عشرۂ محرم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسوۂ شبیری کی روشنی میں زندگی گزارنا نجات انسانی کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام عالی مقام نے دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اور ملوکیت کے خلاف آواز اٹھائی اور یزید کے ظلم اور بربریت کے باوجود باطل کے آگے سر نہیں جھکایا۔ واقعۂ کربلا جبر واستبداد کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا ایسا نادر واقعہ ہے جس کی نظیر تاریخ انسانی میں ملنا مشکل ہے۔ حسینؑ کا نام آج بھی حریت کی علامت بنا ہوا ہے۔

یزیدیت جہاں میں سر اٹھا کر چل نہیں سکتی
طمانچہ شاہ نے مارا ہے وہ انکارِ بیعت کا

رپورٹ: جی ایچ معروفی

انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے نو منتخب عہدیداران:

مؤرخہ ۱۵ مارچ ۲۰۰۲ء کو انجمن محمدیہ صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے نو منتخب علاقائی ممبران، ممبران سپریم کونسل اور الیکشن کمیشن کا مشترکہ اجلاس چیف الیکشن کمشنر جناب محمد علی صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر انتظامیہ اور سپریم کونسل کے درج ذیل عہدیداران کو تین [illegible] کے لیے منتخب کیا گیا:

۱۔ صدر	قاچو محمد امین
۲۔ نائب صدر	علی محمد سرموی
۳۔ جنرل سکریٹری	غلام حسین معروفی
۴۔ جوائنٹ سکریٹری	ڈاکٹر ایم اے شاہد
۵۔ خزانچی	غلام علی سرمیکی
۶۔ نائب خزانچی	فدا علی تحلوی

ممبرانِ سپریم کونسل:

چیرمین	محمد سلیم
وائس چیرمین / الیکشن کمشنر	باؤ محمد علی
ممبر	علی احمد قمر
ممبر	غلام حسن انجینیر
ممبر	غلام رسول
ممبر	لیاقت علی خان
ممبر	عبدالکریم

محمد علی چیف الیکشن ک[illegible]
انجمن محمدیہ صوفیہ نوربخشیہ اسلام[illegible]

الحاج سید نواز حسین صاحب کی ترقی :

خانقاہ معلّی گلاب پور شیگر کے میر واعظ اور ہائی سکول
ب پور شیگر کے استاد حاجی الحرمین قاری سید نواز حسین صفوی
گریڈ سترہ میں ترقی ملی ہے۔ موصوف کا تعلق اس علاقے کے
ظیم بزرگ اور پیر طریقت حضرت میر یحییٰ معصوم رہنماؒ کے
نوادے سے ہے۔ آپ نوائے صوفیہ کے لکھاری ہونے کے
وہ شیریں کلام مقرر، بہترین قاری اور خوش الحان نعت خواں
ں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اور بی ایڈ کے
حانات اعلیٰ اعزاز کے ساتھ پاس کیے نیز فاضلِ عربی، فاضلِ
ب نظامی، فاضل تنظیم المدارس اور فاضل تجوید والقرأت
سند بھی حاصل کی۔ انجمن تحفظ تصوف گلاب پور کے ایک
اس میں جملہ اراکین اور عہدیداروں نے سید صاحب کو ان کی
قی پر مبارک باد پیش کی ہے۔

سکریٹری

کٹر نیاز علی صاحب کا اعزاز :

مسلک صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والے بلتستان
ے معروف ماہر امراض چشم ڈاکٹر نیاز علی صاحب کو ان کی اعلیٰ
ات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے National
committee for Prevention of Blindnes
مبر نامزد کر دیا ہے۔ حال ہی میں جاری ہونے والے ایک
یشن کے تحت ڈاکٹر موصوف شمالی علاقہ جات کی واحد
یت ہیں جن کو قومی سطح کی اس کمیٹی کا نامزد کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر
حب اس قبل شاندار خدمات کی بنا پر حکومتِ پاکستان سے تمغۂ
مت حاصل کر چکے ہیں نیز درج ذیل اہم عہدوں پر بھی فائز

1- Member National Trachoma Task Force of Pakistan.

2- Provincial Coordination for Prevention of Blindness in Northern Areas of Pakistan.

رپورٹ: سجاد حسین بلغاری سکردو

کاچو محبوب علی خان کی وفاتِ حسرت آیات :

خپلو بلتستان سے آمدہ اطلاع کے مطابق علاقے کی معروف شخصیت اور نہایت لائق اور محترم استاد راجہ محبوب علی خان صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ مرحوم خپلو کے راجہ فتح علی خان کے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی علاقے میں فروغ تعلیم کے لیے وقف کیے رکھی۔ اراکین نوائے صوفیہ نے مرحوم کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے اور ان کی اہلِ خانہ سے تعزیت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

خانقاہِ معلّی خپلو بالا کی تعمیر و توسیع :

گزشتہ دنوں سرکردگان خپلو بالا کا ایک اہم اجلاس مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ خانقاہ میں منعقد ہوا جس میں تعمیر و توسیع خانقاہ معلّی خپلو بالا کے سلسلے میں گفت و شنید ہوئی۔ شرکاء نے اتفاق رائے سے تعمیر و توسیع خانقاہ کے سلسلے میں ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس کے ممبران یہ ہیں:

۱۔ آغا سید حمایت حسین صاحب

۲۔ حاجی محمد چو صاحب

۳۔ صوبیدار محمد بلال صاحب

۴۔ صوبیدار محمد حسین صاحب صاحب

۵۔ صوبیدار فاچو علی صاحب

۶۔ اخوند قربان علی صاحب

اس کمیٹی نے صوبیدار محمد بلال صاحب کو سکریٹری منتخب کر کے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ خانقاہ معلی کی شمالی جانب واقع قبرستان اور باقی اطراف میں اہل محلہ کے مکانات موجود ہیں۔ فیصلے کے مطابق جنوبی سمت کے چھ مکانات کی جگہ لے کر خانقاہ کی توسیع کی جائے گی۔ خانقاہ کی اس تعمیر میں طرز تعمیر اپنائی جائے گی اور جدید تعمیراتی سامان یعنی سیمنٹ، سریا وغیرہ استعمال نہیں ہوگا اور دیوار سے چھت تک سارا کام لکڑی سے ہوگا جس میں چوب کاری اور نقش و نگار کا اہتمام کیا جائے گا۔ کمیٹی نے تعمیر کے پہلے مرحلے میں متبادل مکانات کی تعمیر کے لیے لکڑی اور پتھر جمع کرنے کا کام شروع کیا ہے جبکہ دو کنال اراضی اس مقصد کے لیے پہلے ہی حاصل کی گئی ہے۔ کمیٹی نے خپلو بالا سے تعمیر کے کام کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کیا ہے اور تمام سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین نے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ جمع کرنے کا اعلان کیا ہے نیز چھ ستونوں کے عطیے کا بھی اعلان ہوا ہے۔

یاد رہے کہ خانقاہ معلی ۱۱۲۴ھ میں حضرت میر مختار اخیار کے ہاتھوں تعمیر ہوئی تھی جس میں اعتکاف خانے بھی موجود ہیں۔ تین سو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی یہ اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ البتہ چوب کاری کے کام کی مرمت ہوئی تھی اور صحن کے فرش کو پکا بنایا گیا تھا۔ اب ۶۲ × ۶۳ فٹ کی یہ خانقاہ نمازیوں کی تعداد میں اضافے کے باعث چھوٹی ہو گئی ہے۔ مجوزہ توسیع سے مزید ۱۰۰×۱۱۰ فٹ کی جگہ عمارت اور صحن کے لیے میسر ہوگی۔ تعمیراتی کمیٹی نے اس خیر جاری میں حصہ لینے کی اپیل کی ہے۔

اخوند محمد اشرف خان خپلو

ایس ایس پی محمد اشرف صاحب کی واپسی:

مسلک صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والے سرمیک بلتستان کے پولیس آفیسر ایس ایس پی محمد اشرف صاحب دو سال تک بوسنیا میں خدمات انجام دینے کے بعد پاکستان واپس پہنچ گئے ہیں۔ وہ آج کل پولیس بیورو اسلام آباد میں ڈی آئی جی پروموشن ٹریننگ میں مصروف ہیں۔

نمائندہ نوائے صوفیہ اسلام آباد

بلغار میں اعتکاف نشینی کے جلسے سے ممتاز عالم دین سید صادق شاہ صاحب کا خطاب:

۲۱ رمضان المبارک کو خوکھا بلغار میں اعتکاف نشینی کی آخری نشست اور یوم شہادت علی علیہ السلام کے مشترکہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جناب سید صادق شاہ صاحب نے کہا کہ بعض لوگ غیر یقینی کیفیت پیدا کرنے کے لیے عمداً ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے معاہدۂ بلغار کی خلاف ورزی کی باتیں کرتے ہیں حالانکہ کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" میں ایسی کوئی بات یا نکتہ نہیں ہے جو اس معاہدہ سے متصادم ہوتا ہو۔ البتہ یہ کتاب نوربخشیوں کی امتیازی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس لیے بعض لوگوں کو شاید پسند نہ آئی ہو کیونکہ یہ لوگ اندرونی ترمیم پسندی کے مشن پر گامزن ہوتے ہیں۔ ایسے عناصر نے ماضی میں بھی اچھے اچھے قلمکاروں کی تحقیق کو بے اثر بنانے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن نوربخشی عوام اب ایسے لوگوں سے باخبر ہو چکے ہیں اور ایسے

جلوں اور بہانوں کا راستہ اپنا کر نور بخشی مسلک کو کھلونا بنانے کا دور ختم ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عیاری کے گر جانتے ہیں اور اغیار کی نقالی کو اپنا وجود استقلالی سمجھتے ہیں۔ یقیناً ڈاکٹر نعیم نے ان گندم نما جو فروشوں کی نقاب کشائی کی ہے جنہوں نے ماضی قریب میں مسلک کو دو لخت کرنے کے مذموم عزائم کا اظہار کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعتکاف نشینی اور کثرت سے نوافل کی ادائیگی کو نعوذ باللہ غیر اسلامی قرار دینے کی کوشش کی اور نمازیوں کو نماز سے روکنے کے مشاغل اپنائے۔ لوگوں کو نمازی بنتے دیکھنا انہیں گوارا نہیں ہے۔ دین میں آج تک ایسی سرگرمیاں دیکھنے میں نہیں آئی تھیں مگر اس ٹولے نے کثرت نماز کو بھی بدعت قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب سید صادق شاہ نے کہا کہ آج ہم اپنے گھر کی از سر نو تعمیر پر راغب ہوئے ہیں تو پڑوسی کو بے جا تکلیف ہو رہی ہے۔ ہم مسلکِ نور بخشیہ کے ان تمام محققین کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے بے روسامانی کے عالم میں مسلک کی خدمت کی ہے۔ آج نور بخشیہ کا بچہ بچہ اپنے عقائد و اعمال اور احکامات سے واقف ہو رہا ہے اور انہی کتابوں کی بنا پر نیم ملاؤں کا جینا حرام ہو رہا ہے اور وہ اپنے عیوب اور کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک محقق کے خلاف اچھل کود میں مصروف ہیں۔

رپورٹ: نمائندہ نوائے صوفیہ

این وائی ایف وزیر پور کا قیام:

این وائی ایف وزیر پور کے نوجوانوں نے ملی شعور کی بیداری اور اتحاد و اتفاق کے فروغ کی خاطر ۲ فروری ۲۰۰۲ء کو این وائی ایف یونٹ وزیر پور شیگر کا قیام عمل میں لایا ہے۔ ۴ فروری کو منعقدہ تقریب حلف وفاداری کی صدارت جناب سید ابراہیم صاحب نے کی جبکہ سید فضل شاہ صاحب نے حلف وفاداری لیا۔

عبدالمتین آفس سکریٹری

نوجوانانِ نور بخشیہ سینو کا اجلاس:

نوجوانانِ نور بخشیہ سینو مقیم کراچی کا ایک اجلاس گزشتہ دنوں میکڈونلڈز ریسٹورنٹ کراچی میں ہوا۔ اس موقع پر مذہب حقہ کی ترویج و ترقی اور بیرونی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے "انجمن فلاح و بہبودی نور بخشی" کا قیام عمل میں لایا۔ منتخب اراکین میں یہ اصحاب شامل ہیں:

سید مظفر علی حیدی	صدر
غلام محمد	نائب صدر
محمد علی بسمل	جنرل سکریٹری
غلام محمد عابدی	ڈپٹی جنرل سکریٹری
غلام رسول	خزانچی
محمد ابراہیم خلیل	نائب خزانچی
محمد یوسف حجازی	نشر و اشاعت سکریٹری
محمد قاسم عزیز	رابطہ سکریٹری
محمد اسحاق نورانی	لائبریرین
محمد ابراہیم	اسسٹنٹ لائبریرین
محمد اقبال	پروپیگنڈہ سکریٹری

کونسل آف گائیڈنس میں محمد حسین، غلام مہدی اطہر، محمد افضل ربانی اور غلام مہدی شامل ہیں۔

محمد یوسف حجازی کراچی

مدرسہ العارفین کا قیام:

۳۱ دسمبر ۲۰۰۱ء کو کشواغ میں منعقدہ اجلاس میں محلہ کے بچوں کو دینی تعلیم دلوانے کی غرض سے مدرسہ العارفین کے نام سے

ایک مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور مولانا سلیم اللہ صاحب کو مدرس مقرر کیا گیا۔ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے ارکان یہ ہیں :

صدر	غلام مہدی صاحب انسپکٹر
جنرل سکریٹری	محمد علی بلال
آفس سکریٹری	محمد سلیم
ایڈیٹر	بوالکلام
خزانچی	غلام حیدر

فرمان علی چھواروی سکردو

نوجوانانِ صوفیہ نوربخشیہ کا دورۂ ٹیکسلا :

اسلام آباد میں مقیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ کے چوبیس ارکان پر مشتمل گروہ نے اخوند نثار حسین طالبعلم کی قیادت میں حسن ابدال اور ٹیکسلا کا دورہ کیا۔ نوجوانوں نے حضرت زندہ پیر ولی قندھاری کے مزار کی زیارت کی۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت امام بری بھی شامل تھے جن کا شمار بہت بڑے صوفیا میں ہوتا ہے۔ نوجوانوں نے واہ گارڈن اور ٹیکسلا میوزیم کی بھی سیر کی۔

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن جامعہ کشمیر کا تعزیتی اجلاس :

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن جامعہ کشمیر مظفر آباد کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں معروف دینی شخصیت بوا کریم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ شرکائے اجلاس نے بوا کریم مرحوم کے سانحہ ارتحال کو عظیم دینی سانحہ قرار دیا۔ شرکاء نے مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی بھی کی۔

افضل گلزار سکریٹری نشرو اشاعت

تعاون کی اپیل :

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے زیر اہتمام ۲۰۰۲ء۔ ۲۰۰۳ء کے دوران مندرجہ ذیل تعمیراتی کاموں کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ نوربخشی عوام سے تعاون کی پرزور اپیل ہے۔

۱۔ خانقاہ معلیٰ نوربخشیہ کرسہ تھگ کی بالائی منزل کی تعمیر مکمل کرنا۔

۲۔ خانقاہ معلیٰ سے متصل شمال کی جانب فلیٹوں نور عمارتوں کی تعمیر۔

۳۔ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کی بالائی منزل کا پلستر، رنگ وروغن اور باقی ماندہ کاموں کی تکمیل۔

۴۔ مدرسہ شاہ ہمدان کے ساتھ ایک قومی معیار کی جدید لائبریری کا قیام اور اس لائبریری کو قلمی نسخہ جات سے مزین اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے لیس کرنا۔

عطیات انجمن ہذا کے خزانچی محمد جان صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو کو ارسال کیے جاسکتے ہیں یا براہ راست مسلم کمرشل بینک سکردو کے اکاؤنٹ نمبر PLS- 2068 میں جمع کروائے جاسکتے ہیں۔

صوبیدار محمد ابراہیم بلغاری
صدر انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو

نوربخشی فقہ کی رجسٹریشن :

مسلکِ نوربخشیہ کے مفکر سجاد حسین بلغاری نے کہا ہے کہ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں سے فقہ الاحوط کو بین

ی معیار کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے اور بین الاقوامی طور پر اس متن اور علامہ محمد بشیر صاحب کے اردو ترجمے کی رجسٹریشن ہی ہے۔ حکومت کے اس اقدام کے بعد اس فقہ کے متن یا کے ترجمے میں کسی قسم کی دست اندازی فوری طور پر قابلِ ...دہ جرم ہوگی نیز انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں فقہ الاحوط ...ارف بھی ہوگا۔ سجاد حسین بلغاری نے ان دوستوں کا شکریہ کیا ہے جنہوں نے اس سلسلے میں ان سے تعاون کیا۔

تنظیم اشاعت الہدیٰ کے مرکزی دفتر کا افتتاح:

تنظیم اشاعت الہدیٰ کے مرکزی دفتر کے افتتاح کے سلسلے میں ایک پروقار تقریب تلس میں منعقد ہوئی جس میں موضع تلس کے عمائدین علماء اور نوجوانوں نے بھرپور شرکت کی۔ مقررین نے تنظیم کی افادیت اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت پر زور دیا۔ جن مرکزی قائدین کا انتخاب میں لایا گیا ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ صدر محمد حسن صاحب

۲۔ نائب صدر علی خان صاحب

۳۔ جنرل سکریٹری محمد ابراہیم صاحب

۴۔ نائب جنرل سکریٹری سرور علی صاحب



۵۔ نشرواشاعت سکریٹری اشرف حسین صاحب

۶۔ جوائنٹ سکریٹری محمد شریف صاحب

۷۔ ڈپٹی سکریٹری غلام محمد صاحب

۸۔ ناظم اجلاس محمد حسن محمد علی

عیدِ اعتکاف بمقامِ کورو:

خانقاہ معلی کورو میں عشرہ اعتکاف کی اختتامی تقریب ہوئی جس کی صدارت مولانا شکور علی انور نے کی اور مہمان خصوصی مولانا محمد علی اسد صاحب تھے۔ مولانا غلام حیدر صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب، مولانا غلام مہدی قاسمی صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب، مولانا غلام حسن حسنو صاحب اور مولانا محمد علی اسد صاحب نے اعتکاف کی اہمیت اور افادیت پر اظہار خیال کیا۔ آخر میں مولانا شکور علی انور صاحب نے خطبہ صدارت میں توبہ کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی۔ عالم اسلام، پاکستان اور افواج پاکستان کے لیے مخصوصی دعاؤں کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

فدا حسین لققدوم این وائی ایف کورو

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون کے لیے چندہ:

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون کے لیے مندرجہ ذیل حضرات نے چندہ کی رقم نوائے صوفیہ کو ارسال کی ہے جو چندہ دہندگان کی طرف سے مزید رقم کی وصولی کے بعد ڈیرہ دون ارسال کردیا جائے گا۔

ذاکر احمد صاحب سکردو ۱۰۰۰/- روپے

ندیم صاحب خپلو ستروپی ۱۰۰۰/- روپے

حاجی غلام محمد حوالدار گونمایار ۱۰۰۰/- روپے

جبکہ نوائے صوفیہ کے لیے ۳۰۰ ریال کا زرِ تعاون NLI کے نوجوانوں کی طرف سے ۳۰۰۰ روپے بذریعہ اخوند غلام حیدر صاحب کوروی موصول ہوئے ہیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ ان تمام مخلصین کا شکر گزار ہے۔

جی۔ ایچ معروفی



نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ خپلو مقیم اسلام آباد کا ایک گروپ فوٹو (فوٹوگرافر قاچو انور لطیف)

غلام مہدی کونیسی خریداری نمبر 997 مکان نمبر 68-B
کونیس پارک، مہدی عیسیٰ ساگر کواری کالونی منگھوپیر روڈ
کراچی نمبر 26

☆نوائے صوفیہ کا نیا شمارہ بذریعہ سید مظفر علی حیدری صاحب ملا۔ رسالے کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مضامین بہت اچھے تھے۔ غازی نعیم صاحب کی کتاب کا تعارف سن کر دل کو سکون حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے۔

حمایت علی تھلوی کراچی

☆نوائے صوفیہ کا تازہ شمارہ ملا۔ بہت معیاری تھا۔ یہاں کراچی میں رسالہ دیر سے ملتا ہے۔ ساتھ ہی احباب میں سے بعض کو اپنے خطوط اور مضامین نہ چھپنے کی شکایت ہے۔ آپ کو چاہیے کہ قارئین کی حوصلہ افزائی کریں۔ غازی نعیم صاحب کی کتاب کا سن کر بہت خوشی ہوئی مگر ایک گروپ نے حسب روایت اس کی مخالفت جاری رکھی ہوئی ہے۔

ایس ایم اے ایچ کراچی

☆نوائے صوفیہ اہل نوربخشیہ کا واحد رسالہ ہے جو ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے اور قارئین کی ایک کثیر تعداد رکھتا ہے۔ لہذا ہماری لائبریری کو بھی رسالے کا ترسیل شروع کریں۔

یعقوب علی سکر چین لائبریری چھوار

☆نوائے صوفیہ تمام رسالوں کے مقابلے میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے مضامین سبق آموز اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ یہ رسالہ تاقیامت ہمارے لیے مشعل راہ بنا رہے۔

ذوالفقار علی عابدی، ارمان علی عاشق

☆نوائے صوفیہ کے اراکین کو سلام۔ تین چار مہینوں سے نوائے صوفیہ نہ ملنے پر غمگین اور مایوسی کے عالم میں ہوں میرے اوپر کوئی ہدیہ واجب الادا نہیں ہے اس لیے آئندہ باقاعدگی سے رسالہ ارسال کریں۔

اخوند محمد حسین سرموں پل

☆چار سال سے نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں مگر بدقسمتی سے رسالہ کبھی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا جس کی وجہ میرا اپنا بار بار کا تبادلہ ہے۔ کبھی بار خطوط لکھنے کے باوجود پتہ تبدیل نہیں ہوا۔ نیا پتہ یہ ہے۔

عبدالکریم سکساوی 8NLI REGT. B COY
NO 2845032 FPU NO. 17

☆جناب علامہ صاحب۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب میں جو یہ لکھا ہوا کہ "علامہ صاحب موصوف کی ترجمہ کردہ فقہ الاحوط مولانا محمد عبداللہ صاحب کی نظر ثانی کے ساتھ مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ پاکستان مرکز خپلو بلتستان کے زیر اہتمام ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی تھی جس میں اردو ترجمے میں اہل نوربخشیہ میں مروج کلمات اذان کا اضافہ کیا گیا ہے۔" میرا آپ سے سوال ہے کہ یہ فقہ کے متن کا حصہ کیوں نہیں ہیں؟ فقہ میں شہادتین اور حیعلتین کے الفاظ کیوں مرقوم ہیں؟ اور تیسری شہادت، تیسری حیعلہ اور محمد و علی "خیر البشر" کے کلمات کیوں موجود نہیں ہیں؟ ہم لوگ تذبذب کے عالم میں ہیں جواب دیجیے۔

سجاد حسین برلوی
گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور

(جواب: آپ کا سوال قبلہ علامہ صاحب تک پہنچ چکا ہے۔ امید ہے کہ وہ تسلی بخش جواب سے نوازیں گے۔)

☆نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ علامہ صاحب اور اشاعت کے مددگاروں کو دنیاو

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

مولانا انور علی تھلوی

☆ماہنامہ نوائے صوفیہ میں فروغ تعلیم کے لیے بھی مضامین شامل کریں۔ شاید علم کی روشنی سے ہماری جہالت کے اندھیرے دور ہوں اور آپس کے اختلافات کا خاتمہ ہو۔

الیاس حسین منذوق طالبعلم کراچی

☆نوائے صوفیہ ایک علمی خزانہ ہے۔ اس سے لوگوں کی دینی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت مسلم ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے میں نوربخشیت کا تعارف نوائے صوفیہ کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ لیکن اس رسالے میں سائنسی معلومات بھی شائع ہونی چاہئیں۔

محمد باقر جناح پبلک سکول سرمیک

☆کراچی میں این وائی ایف کی لائبریری کی بندش کے خلاف بھرپور احتجاج کی خاطر این وائی ایف شگر نے ایک ہنگامی اجلاس بلایا۔ سب مقررین نے سخت الفاظ میں انجمن کے رویے کی مذمت کی۔ انجمن مذکور کو چاہیے کہ اس لائبریری کو پھر سے بحال کرے۔

ہادی علی تمنا گلاب پور شگر

☆نہایت افسوس کی بات ہے کہ نوربخشی عوام اور علماء ایک نہ ہو سکے۔ اس افراتفری کی وجہ سے ہم دیگر مسالک کے آگے شرمسار ہو رہے ہیں۔ بلتت کے طلباء کے نوربخشی مدرسے میں تعلیم کی اپیل کرتا ہوں۔

لانس نائیک غلام محمد گلزری

☆ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلکِ نوربخشیہ" ملت نوربخشیہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اپیل کرتا ہوں کہ وہ کسی مخالفت کی پروانہ کریں۔ ڈاکٹر محمد علی شاہد کو پاکستان ہارٹ ایسوسی ایشن کی فیلوشپ ملنے اور ذوالفقار یونس کو حکومت برطانیہ کی طرف سے سکالرشپ ملنے پر مبارکباد پیش ہے۔

اکبر جاوید لبدانی شگر

☆نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ تفکر و تذکر کے زیرعنوان چھپنے والے مضامین کی کمی محسوس کرتا ہوں۔

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" قابل تعریف ہے۔ مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے پائے کے علماء نے نہ صرف اسے تسلیم کیا ہے بلکہ اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا ہے علاوہ ازیں باشعور نوربخشی عوام کی کثیر تعداد نے بھی اسے سراہا ہے جو اس کتاب کی جامع تحقیق ہونے کا ثبوت ہے۔

اس کے برعکس ایک مخصوص ٹولے نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر مذہب دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کتاب پر تنقید کی ہے۔ ستم بالائے ستم ان میں سے بعض نے کتاب کی شکل بھی نہیں دیکھی ہے ان لوگوں سے میری گزارش ہے کہ وہ مذہب دشمنی ترک کرتے ہوئے تعصب کی عینک اتار کر اس

کتاب کا بطور مطالعہ کریں۔ میرے نزدیک غازی صاحب کی کتاب "میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ" نور بخشی مسلک کے برسوں پرانے زخموں کے لیے جو ناسور بن چکے ہیں نہ صرف مرہم کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ مذہب حقہ کے وجود کو بیمار بنانے والے جراثیموں اور کیڑے مکوڑوں کے انسداد کا بھی مؤثر ترین علاج ہے۔ ہاں اگر کسی زخم کو مرہم رکھنے سے بھی آگ لگ جائے تو کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ بقول شاعر

سوج کو رم سے آگ لگ جائے
گل کو شبنم سے آگ لگ جائے
ایسے زخموں کا کیا کرے کوئی
جن کو مرہم سے آگ لگ جائے

غازی صاحب کے بارہا اعلان کے باوجود تنقید کرنے والوں کی طرف سے کوئی مثبت علمی اور تحقیقی رد عمل سامنے نہیں آیا جس کا واحد مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی علمی قابلیت کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے محض ان کی خداداد صلاحیتوں سے جلتے ہیں۔ حالانکہ تمام نور بخشی عوام اور علماء کو غازی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس پر فتن دور میں اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر وہ دین حقہ کی ترقی کے لیے کوشاں ہیں۔

محمد یٰسین منیر PECHS کراچی

☆اراکین نوائے صوفیہ کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے کہ جب سے بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب "میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ" منظر عام پر آئی ہے۔ اس کے بارے میں توصیف اور تنقید کی آوازیں سنائی دیتی آ رہی ہیں لیکن اس کتاب پر تنقید کرنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے صحرا میں کوئی آدمی آواز لگاتا پھرے جبکہ صحرا میں کسی آواز کی بازگشت بھی سنائی نہیں دیتی۔ میں نور بخشی علماء سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کتاب کی نوک پلک کو مزید سنوارنے کی کوشش کریں تاکہ دوسرا ایڈیشن کسی بھی غلطی سے مبرا ہو کر سامنے آئے۔

غلام رسول کوروی ڈگری کالج نارتھ کراچی

☆نوائے صوفیہ کا چندہ ۱۵۰ روپے ارسال کیا تھا۔ مدرسہ ڈیرہ دون کے لیے ۳۰۰۰ روپے بھیج رہا ہوں۔ رسالے میں چھپنے والا ہر مضمون قابلِ تعریف ہے خصوصاً آپ کے مسائل اور ان کا حل ہم فوجی جوانوں کے لیے ایک استاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہ سید کی شان میں ایک کلام ارسال کیا تھا شائع نہیں ہوا۔

نی چھوسی تخ پو نون چکس لے نوائے صوفیہ
دینِ حق پویانی خسون چکس لے نوائے صوفیہ
دینِ اسلامی حکم چوق زدسے یانی برچھولا
زکوز گوناز گویانی تھون چکس لے نوائے صوفیہ

سپاہی محمد حسین آخوند کشمیر

(جواب: اخوند صاحب آپ کا کلام انشاء اللہ اپنی باری پر شامل اشاعت کیا جائے گا۔)

☆نوائے صوفیہ علم وادب کے افق پر روشن ستارے کی طرح چمک رہا ہے۔ قارئین میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کی روشنی سے ناامید اور بددل ہو کر پلٹ گیا ہو۔ ہم ہر مہینے اس کا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں۔

محمد سلمان علی کوروی منگھوپیر کراچی

☆نوائے صوفیہ ہمارا پسندیدہ معلوماتی رسالہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے ائمہ اطہار اور بزرگان دین کے احکام کے مطابق بہترین زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے۔ رسالے کا چندہ ارسال کرچکا ہوں مگر ترسیل میں بے قاعدگی اور تاخیر ہے آئندہ سے رسالہ درج ذیل پتے پر بھیج دیں۔

قارئینِ نوائے صوفیہ سے اپیل

محترم قارئین اور غیرت مند نور بخشی بھائیو۔ اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

امید ہے آپ سب اللہ کے فضل و کرم سے خیر و عافیت ہوں گے۔ آپ سب اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی، میڈیا اور نشر و اشاعت کے اس دور میں ملتِ نوربخشیہ کا واحد اشاعتی ادارہ نوائے صوفیہ ہے جس کے باعث عالمِ نوربخشیت کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہونے کے علاوہ دنیا بھر کے نوربخشیوں میں ربط و ضبط بڑھا ہے۔ خاص کر لداخ، کرگل اور انڈیا کے دیگر حصوں کے نوربخشیوں میں بیداری کی نئی لہر آئی ہے اور نوربخشی انجمنوں کا قیام، کتابوں کی اشاعت اور مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون جیسے اہم اداروں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس فکری انقلاب کا سہرا نوائے صوفیہ کی اشاعتی کاوشوں کے سر ہے۔ لیکن انٹرنیشنل چارجز میں حالیہ بے تحاشا اضافے کے باعث انڈیا کے ان علاقوں میں نوائے صوفیہ کی ترسیل پر سالانہ چھتیس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں جس کے باعث اکثر علاقوں رسالہ کی ترسیل بند ہو گئی ہے۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ انڈیا کے نوربخشی بھائیوں تک نوائے صوفیہ پہنچانے کے لیے ہنگامی طور پر عطیات نوائے صوفیہ کے اکاؤنٹ Nawa-e-Sufia 17748 UBL Secretariat Branch Islamabad میں جمع کروائیں۔

نوائے صوفیہ کے مستقل خریداروں کی طرف سے سالانہ چندے کی ترسیل میں تاخیر اور عدم دلچسپی کے باعث نوائے صوفیہ کی بروقت اشاعت ناممکن ہو گئی ہے۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ ۲۰۰۰ء کے بیشتر خریداروں کو عدم ادائیگی کے باعث رسالے کی ترسیل منقطع ہو گئی ہے۔ نیز اس صورت حال کے باعث ہر بار رسالہ تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو رسالے کا جاری رکھنا ناممکن ہے۔ نوائے صوفیہ کے کارکنوں کی رضاکارانہ خدمت کے باوجود نوائے صوفیہ کے فنڈ میں رسالے کی اشاعت کے لیے بھی ہر ماہ کافی رقم موجود نہیں ہوتی۔ امید ہے کہ آپ نشر و اشاعت کے اس اہم ترین ذریعے کو جاری و ساری رکھنے کے لیے اپنا زرِ تعاون بروقت ارسال کریں گے۔

(ادارہ)